حجۃ الوداع

۷۸۶

جملہ حقوق محفوظ ہیں

مکتب ... شہر میرٹھ

حجۃ الوداع

از
منشی سید محمد قاسم افطسی سونی پتی
مؤلف
سیر القاسم فی آثار بنی الہاشم و حیات المسلمین فی مود میر لوا المومنین وغیرہ وغیرہ

بار اول ایکہزار
قیمت فی جلد

فہرست اِصطلاحات

رسالہ ہذا

نمبر شمار	نام اِصطلاح	مُراد اِصطلاح
۱	حضرات مومنین	راسخ الاعتقاد مُسلمان
۲	ارباب جہالت عرب	مخالفین اسلام زمانہ اسلام
۳	ارباب ثلاثہ	حضرات ابوبکر و عمر و عثمان
۴	خلافتِ اُولیٰ	حضرت ابوبکر بن قحافہ
۵	خلافتِ ثانیہ	حضرت عمر ابن الخطاب
۶	خلافت ثالثہ	حضرت عثمان بن عفان
۷	مادرِ گرامی	حضرت عائشہ
۸	مادرِ مکرمہ	حضرت حفصہ
۹	اربابِ مذاق	موّرخین غیر مذاہب
۱۰	نامہ نگار	مسلمان مورخین
۱۱	ارباب ناخن دراز	احادیث اختراعیہ کے ذِمّہ دار
۱۲	اربابِ تشدد	طرفداران بنی اُمیّہ و عبّاسیہ
۱۳	ارباب احسان فراموش	بنی اُمیّہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا دَور

حجۃ الوداع کا شاندار منظر اور غدیر کا چٹیل میدان

آپؐ کے فرائض پر بوالعجبی

حضور صلعم نے زمانہ بعثت سے اسوقت تک اپنے معجز نما تمام فرائض رسالت کو جس صبر و تحمل اور جس جاہ و جلال اور جن اہم دشواریوں اور مشکلات سے مرتبہ کے اعلیٰ زینہ سے چڑھاکر معراج الکمال پر پہنچایا۔ لاریب اُن پر نہ صرف ایک اسلامی دنیا ہی کی نظریں اُٹھیں۔ بلکہ اُنسے زیادہ ہمارے معزز اور زندہ دل نامہ نگار، ارباب مذاق، اور اُن کے ساتھ ارباب راہبین، منجمین، گبر، ترسا صابئین اور عیسایئت کے حلقہ بگوش دیگر احباب اور پھر فرمانروایانِ اولعزم بھی بوالعجبی اور حیرانی کیساتھ سر جھکائے بغیر نہ رہ سکے۔

سب سے پہلے مسٹر کارلائل (کتاب ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ لیکچر دوم) اور مسٹر واشنگٹن ارونگ (کتاب محمدؐ اینڈ ہز سیکسیسرس) نے بالخصوص اس حج کیضرورت پر ایک نئی روشنی ڈالی۔ اور زمانہ کو بتایا کہ غایتِ حج تبلیغ احکام رسالت میں کیا تھی۔ اس کا پورا ہونا کس حدتک ضروری تھا۔ کیونکہ بقول فاضل ڈیونپورٹ صاحب [illegible] اپالوجی فار محمدؐ) آپکے تفویض شدہ احکام الہیٰ میں سے لازمی اور نہایت اہم [illegible] ایک آخری حکم کی تعمیل ہنوز باقی ہے۔

[illegible] یلرڈ ون رنگ [illegible] نری حج ایک اسلامی شاندار نمونہ تھا۔ خبریں کہ رہی ہیں کہ یہ رونق

اِلتماس!

بدل کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں!

آج میں۔ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری حج سنہ ۱۰ھ کے سلسلہ حالات کے ساتھ ساتھ آیۂ مقدسہ یَا اَیُّہَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ اور فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ اور وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اور پھر اس کے بعد اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ کا حتمی فیصلہ اپنی محترم قوم کی قدردانی علم قدیمی فیاضیوں اور مشہور قدر و منزلت کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

دیکھنا یہ ہے کہ میری محترم قوم میرے اس مبسوط اور مختصر ذخیرے کو مقبولیت کا جامہ پہنا کر مجھے کس حد تک مرتبت کے اعلیٰ زینہ سے عزت کے بلند مقام پر پہنچاتی ہے۔ انشاء اللہ اس کے بعد۔ ایک دوسرا رسالہ الموسوم "صلحنامہ حدیبیہ کی مفصل رپورٹ" نہایت دلچسپ اور واضح اپنی معزز قوم کیخدمت میں پیش کرونگا۔

سید محمد قاسم مو[illegible] سرالکرا
[illegible] استادہ ہے

یہ کاتب کی غلطی ہے سلسلہ عبارت صفحہ نمبر ۳ کے بعد ملاحظہ ہو صفحہ

یہیلی رونق تھی - جو عرب کے مشہور شہر مکہ معظمہ کو سیدنا خلیل اللہ کے زمانہ سے آج صدہا سال کے بعد دیکھنی نصیب ہوئی - ہمارے زندہ دل نامہ نگار خانہ کعبہ کی شان عظمت کو جس خوش لب ولہجہ سے بیان کرتے ہوئے اُسوقت کی اسکی چہل پہل اور انسانی کثرت و ہجوم کا اندازہ لگا رہے ہیں - اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکی اس شہرت حج نے مہینوں پہلے کچھ عرب و عجم ہی نہیں دنیا کے ہر حلقہ بگوش مقدس اسلام کے دل و دماغ میں شرکت کا نیا ولولہ اور شوق پیدا کر دیا تھا - غیر ممالک اور غیر مذاہب کے اُلوالعزم افراد کے کانوںمیں بھی یہ پیاری آواز، یہ مرغوب صدا گونج اُٹھی - اور اس شہرت کے باعث زیادہ تر آپکے وُہ خطوط اور فرمان تھے، جو بڑے شہروں اور قصبوںمیں مسلمانوںکو شریکِ حج کیلئے بھیجے گئے تھے - منجملہ اُن کے ایک فرمان جناب علی علیہ السّلام کے پاس بھی یمن میں بھیجا گیا تھا - جو خاص مضمون سے مرصّع اور مزین تھا -

۲۵ ذیقعد ۱۰ھ کو آپ مدینہ سے روانہ ہوکر ۴ ذی الحجہ بروز یکشنبہ وارد مکہ معظمہ ہوتے ہیں - آپکی تشریف آوری سے پہلے کثرت الناس سے کوہ ابوقبیس کوہِ حرا - کوہِ صفاہ و مرہ و اُحد کی چٹانیں، دامن اور اُن کے کھلے فراخ دور دراز تک کے میدان پُر ہو چکے ہیں - اب یہ لوگ آپکے انتظار میں بے چینی کی گھڑیاں گن رہے ہیں - کہ یکایک صبح کا تارہ چمکا، سورج نکلا، دیکھا کہ آفتاب نبوت ضیا فشاں درخشاں نظر آیا - یہ کیسا جذبۂ شوق تھا کہ اِن سبھوں نے ایک دل ایک زبان ہوکر اللہ اکبر کے پے در پے نعرے بلند کئے -

آسان نہ تھا کہ آسمان اِن مرغوب صداؤں کی گونج سے چکر میں نہ پڑ جاتا - زمین دہل کر بحس و حرکت نہ ہو جاتی - کوہ و بیابان خاموشی سے سہم نہ جاتے - بادِ نخرہ، سینکڑوں رنگ برنگ پرچم اپنی اپنی جگہ سے اُوٹھتے نظر آئے، ہزاروں ہاتھ بلند

ہوتے دکھائی دیئے۔ اور بیشمار عمامے اچھلتے ہالہ قمر درخشاں کیصورتمیں دیکھنے میں آئے۔ ہر شخص کو آرزو ہے کہ آپکے قریب پہنچکر مرحبا یا رسول اللہ کہے۔ اور دست و پا کو چومے۔ سواری کھلے میدان کے ایک خیمہ کے قریب "جو پہلے ہی سے آپکے لئے نصب کیا گیا تھا" پہنچتی ہے۔ آپ ناقہ سے اترتے ہیں۔ دوسری آواز تکبیر بلند ہوتی ہے۔ جو پہلے سے زیادہ دلکش اور موثر تھی۔

مکہ میں رونق اور ترتیب قیام و خیام

شہادتیں موجود ہیں۔ کہ اسوقت مکہ میں مسلمانونکا مجمع دو لاکھ سے زیادہ تھا۔ غیر مذاہب کے مہذب افراد کی شمار ایکہزار سے زیادہ تھی۔ آج صفا و مرہ سے کوہ احد وغیرہ کی تمام وادیاں، اور کوسوں تک کہ اُن کے فراخ میدانونمیں انسان ہی انسان نظر آرہا ہے۔ خشک اور لق و دق صحرا میں پانی اور ہر ضروری شے کا وافر دستیاب ہونا ایک حیرت دلا رہا ہے۔ گبر، عیسائی اور نامی گرامی سیاح کا مجمع علحدہ ایک خوش کن منظر ہے۔ جو صرف اسلامی شان کو ملاحظہ کرنے آیا تھا۔ اور آپکے خاص مہمانونمیں سے تھا۔ اگر ایک طرف عمائدین اور رؤسائے عرب نے اپنی فراخ دلی کا ثبوت دے رکھا ہے تو دوسری طرف عجمی دستر خوانونکی کشادگی قابل داد ہے۔ تیسری طرف پچاس ہزار اہل یمن اپنی خاص عقیدتمندی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ اُن کے قیام کی وسعت و رفعت سے آسمان پست معلوم ہو رہا ہے۔ ان کے درمیان میں جناب امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام کا ایک شاندار خیمہ نصب ہے۔ جسپر اسلامی پرچم لہرا رہا ہے۔ شرقی حصے پر قریش بطحی کے قیام و خیام گاہ نہایت زرق برق اور خوشنما ہیں اور اُنکی کثرت سے یہ سارا جنگل دل بادل دکھائی دے رہا ہے۔ جہاں آفتاب نبوت کی نورانی شعاعیں جلوہ گری کر رہی تھیں۔ اس کے عقب میں سبز پرچم لئے ایک وسیع خیمہ زنگاری استادہ ہے

جس کے گرداگرد سر بفلک کشیدہ قنات تنی ہوئی ہے۔ یہ خیمہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے قیام کیلئے مخصوص تھا۔ اس کے دائیں بائیں سرخ و سبز رنگ کے دو خیمے نصب تھے۔ جو شاہزادگان جناب حسنین علیہ السّلام کیلئے ہیں۔ پیش خیمہ قنات سے باہر دیگر اُمہات المومنین کے جدا جدا خیام نصب ہیں۔ قنات کے اندر دونو نطرف نہایت خوبصورت جھولداریاں ام ایمن، فضہ، اور شہرہ بنت فضہ اور اسماء بنت عمیس کیلئے مخصوص تھیں۔ جنکے متصل متصل جناب امیر کے خیمہ تک ایک راستہ آمدورفت کیلئے بنایا گیا ہے۔

مصری، شامی، اور عراقی متمول عرب اور بالخصوص قریشیان نجدی کے سامان گھوڑوں اور غلاموں کی کثرت سے شاہانہ تزک و احتشام کے نمونہ ظاہر ہیں۔ قبائل تیم و عدی اور خاندان احسان فراموش کے لوگونکے جُبّے اور عمامے اور اُنکے خیام منظر گاہ ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ ارباب ثلاثہ کے پڑاؤ کی رونق دوبالا ہے۔ خلافت اولیٰ کے وسیع خیمہ کے برابر مادرِ گرامی کا خیمہ ہے۔ جس کی خوبصورتی اور بلندی، آرائش و زیبائش پر سے نظریں اُٹھنا نہیں چاہتیں۔ اس کے چاروں طرف نہایت خوبصورت قنات تنی ہوئی ہے۔ جو مادرِ مکرمہ کے قیام تک چلی گئی ہے۔ غلام گردش کا جنوبی دروازہ نہایت پر تکلف پردہ دار ہے۔ جس میں دیباج کا فرش اور اُسپر سبز و سرخ جھالر اور ایک بڑا قالین بچھا ہوا ہے۔ خلافت ثانیہ کے مختلف اور رنگین خیام کے عقب میں اُنکی دختر مادرِ مکرمہ کا خیمہ ہے جو ہو بہو عجمی نمونے اور شان کا ہے۔ خلافتِ ثالثہ کے قیام و خیام ان سے علحدہ ہیں۔ لیکن بالکل سادہ اور صاف ہیں۔ خاندان احسان فراموش اور دیگر قبائل قریش کی کثرت سے یہاں رونق زیادہ ہے۔ آب و طعام کا انتظام کافی اور قابلِ داد ہے۔ ان کے شرقی حصے پر یمنی پڑاؤ کے مقابلے میں ملوک حمیری کے شاندار

اور شاہانہ خیام آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔ ان کا ایک ایک خیمہ قابل دید ہے۔ میدان کے باقی شرقی حصہ کو عدی بن حاتم بن طے نجدی گھیرے ہوئے ہیں ان کے برابر فیروز دیلمی خواہر زادہ نجاشی بڑی شان و شوکت سے مقیم ہے اس کے ہمراہ حاجیوں کے آرام و آسائش کیلئے بہت بڑا سامان موجود ہے۔ فاران کی تمام وادیاں، قیس بن الحصین اور یزید بن عبد المدان اپنے بنی حرث اور قبیلے کعب کو لئے مقیم ہے۔ اسکے ایکطرف ملوک غسان اور بنی عامر کے رنگ برنگ کے خیام اور چھولداریاں نصب ہیں۔

میدان کے جنوبی حصہ میں قبیلہ ہمدان اور بنو حنیفہ اور یمامہ کے لوگ سَلَمُہ بنِ حَرَبْ خزرمی اور رجال بن عنقوہ کے زیر اثر شاندار نمونے دکھا رہے ہیں۔ ایک جانب کندہ کا سردار اپنے قبائل کو لئے میدان کی رونق دوبالا کئے ہوئے ہے۔ غیر مذاہب و ملّت کے لوگوں کا مجمع، کندہ کے خیام کے سامنے بڑے بڑے خیام میں مقیم ہے۔ اور اُنکی آسائش اور آرام وغیرہ کی نگرانی اور ذمہ دار خلافت ثالثہ ہے۔

مَرَاسِم اَدائے حج کا نظّارہ

اس کا اندازہ مشکل ہے۔ کہ ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ مطابق فروری ۶۳۳ء کیسی مبارک صبح تھی۔ اور اُس کا دن کیسا مقدس دن تھا۔ اور وُہ قوم کیسی خوش نصیب قوم تھی۔ جو اپنے رہبر کامل کیساتھ مراسم حج اور خوشنودی پروردگار حاصل کر رہی ہے اور بلا استثنائے رنگ و رُوپ نسل انسانی آب و ہوا، زبان اور روابط و ضوابط سب کے سب ایک عالم میں ایک دھن میں، آرائشوں سے دُور، کفنیاں پہنے ہوئے، گویا وُہ عالم عمل سے عالم جزا میں کھڑے ہوئے ہیں۔ اُنکی گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔ عجز و انکسار کے لباس میں برہنہ سر اور رخسار آنسوؤں سے تر ہیں۔

اُنکی پُردرد آہیں دلونکو بیچین کررہی ہیں۔ اور وہ سراسیمہ و مضطر لبیّک لبیّک کہتے ہوئے دوڑ رہے ہیں۔ اس کا تماشہ نہیں ہے۔ کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ بلکہ توحید کا تماشہ ہے۔ کہ کس طرح مختلف صداؤں، لہجوں اور جماعتوں نے اپنے کو بلند کر رہی ہے۔ یہ مرکز ہے جہاں معلوم ہوتا ہے کہ خدا اپنی عظمت و جلال سے اپنے مطیع بندوں کے پر درد اخلاص کا تماشہ دیکھ رہا ہے۔ مسٹر مارکس ڈاڈ کہتے ہیں کہ ایک جگہ ایک نوجوان جہازی جوزف اخوت اسلام کی عظمت کا اندازہ کرتا ہے، جسوقت وُہ دیکھتا ہے۔ کہ ایک وحشی مغربی اور ایک یمنی شاہزادہ دوش بدوش کھڑے ہوئے حجر اسود کو چوم رہے ہیں۔ اس کے بعد جوزف چیخ اُٹھتا ہے۔ کہ لاریب محمدؐ (صلعم) ہی نے دنیا میں خدا کی حقیقی حکومت کی ہے۔

مناسکِ حج کی مکمل رپورٹ

بقول سیر النبی "اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا" سورہ نازل ہونیکے بعد حضور صلعم کو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ رحلت کا زمانہ قریب ہے۔ اسلئے اب ضرورت تھی۔ کہ تمام دنیا کے سامنے شریعت اور اخلاق کے تمام اصول سیاسی کا مجمع عام میں اعلان کر دیا جائے۔ آپ نے ہجرت کے زمانہ سے ابتک فریضۂ حج ادا نہیں فرمایا تھا۔ ایک مدت تک تو قریش سدراہ رہے۔ صلح حدیبیہ کے بعد موقع ملتا ہے۔ لیکن مصالح مُلکی اس کی مقتضی تھی۔ کہ یہ فرض سب سے آخیر میں ادا کیا جائے۔ بہر حال ذلقیعدہ میں اعلان ہوتا ہے۔ کہ حضور صلعم بہ ارادۂ حج مکہ تشریف لیجا رہے ہیں۔ یہ خبر دفعتاً پھیل جاتی ہے۔ اور شرف ہمرکابی کیلئے تمام عرب اُمنڈ آتا ہے۔ سنیچر کے دن اور ذلیقعد کی ۲۶ تاریخ کو آپ غسل فرماتے ہیں۔ چادر تہمد باندھتے ہیں۔ نماز ظہر کے بعد آپ مدینے سے باہر نکلتے ہیں۔ تمام ازدواج مطہرات کو ساتھ لیتے ہیں۔ اور مکہ سے ۶ میل کے فاصلہ پر ذوالحلیفہ ایک مقام ہے،

پہنچکر شب بھر اقامت فرماتے ہیں۔ اور دوسرے دن دوبارہ غسل فرماتے ہیں۔ حضرت مادر گرامی اپنے ہاتھ سے آپکے جسم پر عطر لگاتی ہیں۔ اس کے بعد آپ دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں۔ پھر ناقہ قصوا پر احرام باندھکر سوار ہوتے ہیں۔ اور بلند آواز سے یہ فرماتے ہیں "لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ" (اے خدا ہم تیرے سامنے حاضر ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ ہم حاضر ہیں، تعریف و نعمت سب تیری ہے۔ ملک و سلطنت تیری ہے۔ کوئی تیرا شریک نہیں)

جابرؓ کی رپورٹ ہے۔ کہ میں نے نظر اُٹھا کر دیکھا۔ تو آگے پیچھے، داہیں باہیں جہاں تک نظر کام کرتی تھی آدمی کا جنگل نظر آتا تھا۔ حضور صلعم لبیک فرماتے تھے تو ہر طرف سے صدائے انگیز کی آواز بازگشت آتی تھی۔ اور تمام دشت وجبل گونج اُٹھتے تھے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر جن منازل میں آپنے نماز ادا کی تھی۔ وہاں برکت کے لحاظ سے لوگوں نے مسجدیں بنوادی تھیں۔ آپ اُن مسجدوں میں نماز ادا کرتے جاتے تھے۔ سرف میں پہنچکر غسل فرماتے ہیں۔ دوسرے دن اتوار کے روز ذی الحجہ کی ۴ تاریخ کو صبح کیوقت مکہ معظمہ میں داخل ہوتے ہیں۔ مدینہ سے مکہ تک کا یہ سفر نو روز میں طے ہوتا ہے۔ خاندان بنی ہاشم کے لڑکوں نے آمد آمد کی خبر سنی تو خوشی سے باہر نکل آئے۔ آپنے فرطِ محبت سے اُونٹ پر کسیکو آگے کسیکو پیچھے بٹھالیا۔ کعبہ پر نظر پڑتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ اے خدا اس گھر کو اور عزت و شرف دے۔ پھر کعبہ کا طواف کیا۔ فارغ ہوکر مقام ابراھیم میں دوگانہ ادا فرماتے ہیں۔ اور یہ آیہ مقدسہ پڑھتے ہیں "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ اَنْجَزَ وَعْدَہٗ" خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اُس کا کوئی شریک نہیں

اُسکے لئے سلطنت مُلک اور حمد ہے۔ اور تمام چیزوں پر قادر ہے کوئی خدا نہیں مگر وُہ اکیلا خدا ہے۔ اُس نے اپنے وعدے کو پورا کیا۔ اور اپنے بندے کی مدد کی۔ اور اکیلے تمام قبائل کو شکست دی۔)

صفا سے اُتر کر مروہ پر تشریف لاتے ہیں۔ یہاں بھی دُعا و تہلیل کرتے ہیں اہل عرب ایام حج میں عمرہ ناجائز سمجھتے تھے۔ صفا مروہ کی سعی سے فارغ ہو کر آپ اُن لوگوں کو جنکے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تھے۔ عمرہ تمام کر کے احرام اُتار دینے کا حکم دیتے ہیں۔ بعض صحابہ گذشتہ رسوم مالوفہ کی بنا پر اس حکم کی بجاآوری میں معذرت کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر میرے ساتھ قربانی کے اُونٹ نہ ہوتے تو میں بھی ایسا ہی کرتا۔

حضرت علیؓ حجۃ الوداع سے کچھ پہلے یمن بھیجے گئے تھے۔ اُسیوقت وُہ یمنی حاجیوں کا قافلہ لیکر مکہ میں وارد ہوتے ہیں۔ چونکہ اُن کے ساتھ قربانی کے اُونٹ جانور تھے اسلئے اُنہوں نے احرام نہیں اُتارا،،

اسپر کہ چونکہ اُن کے ساتھ قربانی کے جانور تھے۔ اسلئے اُنہوں نے احرام نہیں اُتارا،، فاضل نامہ نگار اُسوۃ الرسول چونک پڑتا ہے۔ اور اتنا فرما کر کہ یہ فقرہ صاحب سیرۃ النبی کی مخترعات سے ہے، ابن ہشام کی یہ عبارت پیش فرماتا ہے:۔

حضور صلعم حضرت علی علیہ السّلام کو نجران (یمن) کیطرف بھیجتے ہیں۔ جب وُہ وہاں سے لوٹ کر آتے ہیں۔ تو احرام باندھے ہوئے حضرت سے مکہ میں ملاقات کرتے ہیں۔ اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کو دیکھتے ہیں کہ احرام سے نکلنے کی تیاری کر رہی ہیں۔ جناب امیر فرماتے ہیں کہ اے رسول کی بیٹی تم نے کیوں احرام کھولا ہے،،

جناب امیر حضور صلعم کے پاس جاتے ہیں۔ سفر کیحالت عرض کر چکنے کے بعد حضور صلعم اُنسے فرماتے ہیں۔ کہ جاؤ طواف کر کے اپنے دوستونکی طرح تم بھی احرام کھول

ڈالو" جناب امیر گذارش کرتے ہیں۔ کہ میں نے احرام باندھنے کیوقت دُعا کی تھی۔ کہ اے پروردگار! جسطرح تیرا نبی، تیرا بندہ احرام کھولیگا۔ اسی طرح میں بھی اپنا احرام کھولونگا۔"

حضور صلعم حضرت علیؑ سے دریافت فرماتے ہیں کہ اے علیؑ! تمہارے پاس قربانی کی کوئی چیز ہے؟ کہا نہیں۔ بس حضور صلعم حضرت علیؑ کو بھی اپنی قربانی میں شامل فرمالیتے ہیں۔ مگر جناب امیر بدستور سابق حضور صلعم کے سامنے احرام باندھے رہے۔ یہاں تک کہ حضور صلعم نے حج سے فارغ ہوکر جناب امیر کیطرف سے بھی قربانی کی ابن ہشام کی سند کے بعد یہی فاضل نامہ نگار صحیح مسلم کی یہ عبارت اُس کی تائید میں پیش کرتا ہے۔ جناب امیر علیہ السّلام کہتے ہیں۔ کہ حضور صلعم نے مجھے اپنے اونٹ کی قربانی کیلئے حکم دیا۔ اور فرمایا کہ اس کا تمام گوشت پوست خیرات کردو۔ اور قصّاب کو اسمیں سے کوئی چیز نہ دو" جناب امیر فرماتے ہیں کہ ہم قصّاب کو اپنی طرف سے دیتے ہیں" ابن ہشام اور صحیح مسلم کے بعد یہی نامہ نگار مستند امام احمد حنبل اور صحیح ترمذی کی عبارت مزید براں ملاحظہ کراتا ہے:۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور صلعم اپنی طرف سے مجھے ہمیشہ قربانی کرنیکا حکم دیتے تھے۔ بس یہ جناب اپنی شہادت تک حضور صلعم کیطرف سے دو چتلے مینڈھے قربانی کرتے رہے۔"

اس کے بعد پھر محمدؐ ابن شہاب الزہری لکھتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا نے اپنے تمام اقارب اور ازواج کے سوا جناب علیؑ کو اس قربانی کیلئے بوجہ انکی قرابت قریبہ کے مخصوص فرمایا ہے اسلئے کہ جناب امیر کا قربانی کرنا خود حضور صلعم کا قربانی فرمانا تھا۔"

بقول صاحب سیرۃ النبی " جمعرات کے روز آٹھویں تاریخ کو آپنے تمام مسلمانوں کیساتھ منیٰ میں قیام فرمایا۔ دوسرے روز نویں ذی الحجہ جمعہ کے دن نماز پڑھکر منیٰ

سے روانہ ہوتے ہیں۔ قریش کا معمول تھا کہ جب حج کیلئے مکہ سے نکلتے تھے۔ تو عرفات کے بدلے مزلوقہ میں قیام کرتے تھے۔ جو حرم کے حدود میں تھا۔ اِن کا خیال تھا کہ قریش نے اگر حرم کے سوا کسی اور مقام میں مناسک حج ادا کئے تو اُنکی شانِ یکتائی میں فرق آجائیگا۔ لیکن مقدس اسلام کو جو مساوات عام قایم کرنی تھی۔ اُسکے لحاظ سے یہ تخصیص روا نہیں رکھی جا سکتی تھی۔ اسلئے قدرت حکم نافذ فرماتی ہے کہ:۔ ثُمَّ اَفِیضُوا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ ط" آپ بھی مسلمانوں کی طرح سے میدان عرفات میں آئے اور فرمایا:۔ قفوا علیٰ مشاعرکم فانکم علیٰ ارث من ارث ابیکم ابراھیم" (اپنے مقدس مقام پر ٹھیریئے کہ تم اپنے باپ ابراہیم کی وراثت پر ہو) یعنی عرفات میں حاجیوں کا قیام حضرت ابراہیم کی یادگار ہے اور اُنہوں ہی نے اس مقام کو اس غرض خاص کیلئے مقرر فرمایا ہے۔ عرفات میں ایک مقام نمرہ ہے۔ وہاں آپ ایک کمبل کے خیمہ میں قیام فرماتے ہیں۔ دوپہر ڈھل جانے پر آپ قصوا نامی اپنے ناقہ پر سوار ہوتے ہیں اور میدان میں تشریف لاتے ہیں۔ اور ناقے کے اوپر ہی سے خطبہ فرماتے ہیں۔

خطبہ کی فصاحت وبلاغت کے قربان جائیے۔ اور زبان مبارک کی پاکیزگی شستگی اور برجستگی کے صدقے جس پر آبنائے فارس اور ہفت اقلیم کے خزانوں کے آبدار موتی نثار، ایک انساں ہی وجد کناں نظر نہیں آتے۔ آسمانوں پر ہم نے دیکھا کہ فرشتگان مقربین جھوم جھوم کر:۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کے نعرے بلند کر رہے تھے۔

بقول طبری وابن اسحاق آج پہلا دن تھا کہ مقدس اسلام اپنے جاہ وجلال کیساتھ نمودار ہوا۔ اور جاہلیت کے تمام بیہودہ مراسم کو مٹا دیا۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں:۔ ہاں جاہلیت کے تمام دستور میرے ان دونوں پاؤں کے نیچے ہیں

تکمیل انسان کی منزل میں سب سے بڑا سنگِ راہ امتیازِ مراتب تھا۔ جو دنیا کی قوموں، اور تمام مذاہب، تمام ممالک نے مختلف صور تو نمیں قائم رکھا تھا۔ سلاطین سایۂ یزدانی تھے۔ جنکے آگے کسی کو چون و چرا کی مجال نہ تھی۔ اور مذہب کیساتھ کوئی شخص مسائل مذہبی میں گفتگو کا مجاز نہ تھا۔ شرفا رذیلوں سے ایک بالاتر مخلوق بنی۔ غلام آقا کے ہمسر ہنیں ہو سکتے تھے۔ آج یہ تمام تفرقہ، یہ تمام امتیازات، اور یہ تمام حدبندیاں دفعتاً ٹوٹ جاتی ہیں۔ عربی کو عجمی، اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہ رہی۔ تم سب آدم کی اولاد ہو، اور آدم خاک سے بنے ہیں۔ مسلمان مسلمان بھائی ہیں۔ تمہارے غلام تمہارے غلام ہیں۔ جو خود کھاؤ، وُہ اُنہیں کھلاؤ، جو خود پہنو، وُہ اُنہیں پہناؤ۔

اہل عرب کا خون کا انتقام لینا خاندانی فرض تھا۔ سینکڑوں برس گذر جانے پر بھی یہ فرض پورا کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ لڑائیوں کا ایک غیر منقطع سلسلہ عرب میں جاری رہتا تھا۔ اور عرب کی زمین خون سے ہمیشہ رنگین رہتی تھی۔ یہ سب سے قدیم رسم، عرب کا مقدم فخر، خاندان کا پُر فخر مشغلہ برباد کر دیا جاتا ہے اور اُس کیلئے نبوت کا منادی سب سے پہلے اپنا نمونہ پیش کرتا ہے، جاہلیت کے تمام خون (انتقام) باطل کر دئے جاتے ہیں۔ اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون ربیعہ بن حرث کے بیٹے کا خون معاف کرتا ہوں"

عرب میں سود کا ایک جال پھیلا ہوا تھا۔ جس کے پھندے میں غربا جکڑے اور ہمیشہ کیلئے وُہ اپنے قرضخواہوں کے غلام بنے رہتے تھے۔ آج وُہ دن ہے کہ اُس کا تار تار الگ کر دیا جاتا ہے۔ اس تکمیل فرض کیلئے بھی معلّم برحق سب سے پہلے اپنے ہی خاندان کو پیش کر کے فرماتا ہی:۔ کہ ”جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کر دئے جاتے ہیں۔ اور میں سب سے پہلے اپنے خاندان میں عباس بن عبد المطلب کا سود

باطل کرتا ہوں۔"

(بقول مسلم و بخاری شریف) آج تک عورتیں مردوں کی جائیداد منقولہ تھیں جو قمار بازیوں میں داؤں پر چڑھا دی جاتی تھیں۔ آج پہلا دن ہے کہ یہ گروہ مظلوم، یہ صنف لطیف۔ اور یہ جوہر نازک قدردانی کا تاج پہنتا ہے۔ "فاتقوا اللّٰہ فی النساء" "اِنَّ لکم علی نسائکم حقا ولھن علیکم حقا" (عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو، تمہارا عورتوں پر، اور عورتوں کا تم پر حق ہے)

اور بقول بخاری مسلم والی داؤد "قتل و خونریزی کی ممانعت آج امن و سلامتی کا بادشاہ تمام دنیا کو صلح کا پیغام ان مقدس لفظوں سے سناتا ہے۔ آج سے تمہارے خون و اموال ایکدوسرے پر اسطرح حرام ہوئے جس طرح کہ آج کے دن کی حرمت اور وہ بقائے خدا کے وقت تک حرام رہینگے۔

مقدس اسلام سے پہلے بڑے بڑے مذاہب دنیا میں پیدا ہوئے۔ لیکن اُنکی بنیاد خود صاحب شریعت کے تحریری اصول پر نہ تھی۔ اُنکو خدا کیطرف سے جو ہدایتیں ملیں تھیں۔ بندوں کی نفس پرستیوں نے اُنکی حقیقت گم کردی تھی۔ ابدی مذہب کا پیغمبر اپنی زندگی میں آیاتِ ربانی کا مجموعہ خود اپنے ہاتھ سے اپنی اُمت کو سپرد کرتا ہے اس کے بعد آپ چند اصولی احکام کا اعلان فرماتے ہیں:۔ (۱) خدا نے ہر حقدار کو (از روئے وراثت) اس کا حق دیا۔ اب کسی وارث کے حق میں وصیت جائیز نہیں (۲) لڑکا اُسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو۔ زناکار کیلئے پتھر ہے اور اُن کا حساب خدا کے ذمہ ہے (۳) جو لڑکا اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے ہونے کا دعوی کرتا ہے اور جو غلام اپنے مولا کے سوا کسی اور طرف اپنی نسبت کرے۔ اُسپر خدا کی لعنت ہے۔ ہاں عورتونکو اپنے شوہر کے مال میں سے اُسکی اجازت بغیر کچھ دینا جائیز نہیں (۴) الف۔ قرض ادا کیا جائے (ب) عاریت واپس کیجائے (ج) عطیہ لوٹا

دیا جائے (د) ضامن تاوان کا ذمہ وار ہے"

خطبے کے بعد کے واقعات

عبرت انگیز اور حیرت خیز یہ منظر تھا۔ کہ شہنشاہِ عالم جس وقت لاکھوں آدمیوں کے مجمع میں فرمانِ ربانی کا اعلان کر رہا تھا۔ اُس کے تختِ شاہی کے مسند و قالین رکجاوہ اور عرق گیر) ایک روپیہ کی قیمت سے زیادہ کا نہیں تھا۔ آپ ان تمام ہدایات کے بعد بلال کو حکم دیتے ہیں۔ کہ اذان کہو پھر ظہر اور عصر کی نماز ایکساتھ ادا فرماتے ہیں۔ اور سوار ہو کر موقف میں تشریف لاتے ہیں۔ اور وہاں کھڑے ہو کر دیر تک قبلہ رُو دُعا میں مصروف ہوتے ہیں۔ آفتاب غروب ہونیکے قریب پہنچتا ہے آپ وہاں سے چلنے کی تیاری کرتے ہیں۔ حضرت اسامہ بن زید کو اُونٹ پر اپنے پیچھے بٹھا لیتے ہیں۔ آپ ناقے کی زمام کھینچے ہوئے ہیں یہاں تک کہ اُسکی گردن کجاوے سے لگی ہوئی ہے۔ لوگوں کے ہجوم سے ایک اضطراب پیدا ہو جاتا ہے لوگونکو دستِ راست سے اور بقول بخاری کوڑے سے اشارہ کرتے جاتے تھے اور فرماتے رہتے تھے اَلسَّکِینَہ اَیُّہَا النَّاس ، اَلسَّکِینَہ اَیُّہَا النَّاس (لوگو آہستہ آہستہ)

اثنائے راہ میں ایک جگہ اُتر کر طہارت فرماتے ہیں۔ اُسامہ عرض کرتا ہے یا رسُول اللہ! نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے۔ فرمایا کہ نماز کا موقعہ آگے آتا ہے۔"
تھوڑی دیر کے بعد آپ تمام قافلہ کیساتھ مزدلفہ پہنچتے ہیں۔ یہاں پہلے مغرب کی نماز پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد لوگ اپنے اپنے پڑاؤ پر جا کر سواریونکو بٹھا دیتے ہیں۔ ابھی وہاں سامان کھولنے بھی نہیں پائے تھے۔ کہ فوراً نماز عشاء کی تکبیر بلند ہوتی ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ فرش پر استراحت فرمانے کیلئے لیٹ جاتے ہیں۔ اور صبح تک آرام فرماتے ہیں۔ یہانسے سورج نکلنے سے پہلے کوچ فرماتے ہیں

یہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہے اور سنیچر کا دن ہے۔ فضل ابن عباس آپ کے برادر عم زاد آپکے ساتھ ناقے پر سوار ہیں۔ اہل حاجت دائیں بائیں حج کے مسائل دریافت کرتے جاتے ہیں۔ وادیٔ محبہ کے راستے سے آپ جمرہ کے پاس آتے ہیں۔ اور ابن عباس سے جو اُسوقت تک کم سن تھے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے چُنکر کنکریاں دو۔ آپنے کنکریاں پھینکی اور لوگونسے ارشاد فرمایا کہ مذہب میں غلو اور مبالغہ سے بچو۔ کیونکہ تم سے پہلے قومیں برباد ہوگئیں۔" پھر آپ یہ فرماتے ہیں۔ کہ "حج کے مسائل سیکھلو، میں نہیں جانتا کہ اسکے بعد مجھے دوسرے حج کی بھی نوبت آئے۔

آپ یہاں سے فارغ ہوکر میدان میں تشریف لاتے ہیں، داہنے بائیں آگے پیچھے لاکھوں مسلمانوں کا مجمع ہے۔ مہاجرین داہنے، انصار بائیں اور بیچ میں عام مسلمانوں کی صفیں بنگئیں۔ حضور صلعم ناقے پر سوار، بلال کے ہاتھ میں ناقے کی مُہار، اسامہ بن زید پیچھے بیٹھے اور کپڑا تان کر سایہ کئے ہوئے ہیں۔ آپنے نظر اُٹھا کر اُس عظیم الشان مجمع کیطرف دیکھا۔ تو فرائض نبوت کے ۲۳ سالہ نتائج نگاہوں کے سامنے ہیں۔ زمین سے آسمان تک قبول و اعتراف کا نور ضوفشاں، دیوان قضا میں انبیائے سابقین کے فرائض تبلیغ کے ناموں پر ختم رسالت کی مہر ثبت ہو رہی تھی۔ اور دُنیا اپنی تحقیق کے لاکھوں برس کے بعد دین فطرت کی تکمیل کا مژدہ کائینات کے ذرہ ذرہ کی زبان سی سن رہی تھی۔ عین اسی عالم میں زبان حق حضور صلعم کے کام و دہن میں زمزمہ پرواز ہوئی۔ اب ایک نئی شریعت، ایک نئے نظام اور ایک نئے عالم کا آغاز تھا۔ اسی بنا پر ارشاد فرمایا۔ ابتدا میں جب خدا نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ زمانہ پھر پھر اکر اسی نقطے پر آگیا۔"

ابراہیم خلیل اللہ کا طریق عبادت، حج کا موسم، اپنی جگہ سے ہٹ گیا تھا۔ اس کا

اس کا سبب یہ ہے کہ اس زمانہ میں کسی قسم کی خونریزی جائز نہیں تھی۔ اسلئے عربوں کے خون آشام جذبات حیلے جنگ کیلئے اُسکو کبھی گھٹا کبھی بڑھا دیتے تھے۔ آج وہ دن آیا کہ اس اجتماع عظیم کیلئے اشہر حرام کی تعین کردیجائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ سال کے بارہ مہینے ہیں جنمیں چار قابل احترام ہیں۔ تین تو متواتر ہیں۔ ذلیقعد۔ ذی الحجہ۔ اور محرم اور چوتھا رجب جو جمادی الثانی اور شعبان کے بیچ میں ہے۔

آپ کا نیا انداز

دنیا میں عدل وانصاف اور جور وستم کا محور صرف تین چیزیں ہیں۔ جان، مال، اور آبرو، حضور صلعم کے کل خطبہ میں گو اِن کے متعلق ارشاد فرما چکے تھے۔ لیکن عرب کی صدیونکے زنگ دور کرنیکے لئے مکرر تاکید کیضرورت تھی۔ آج آپنے اس کیلئے عجیب انداز بلیغ اختیار فرمایا۔ آپ لوگونسے پوچھتے ہیں کہ "آج کونسا دن ہے" عرض کی کہ خدا اور رسول کو زیادہ علم ہے۔ آپ زیادہ دیر تک چپ رہتے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید آپ اس دن کا کوئی اور بھی نام لینگے۔ دیر تک سکوت فرمانیکے بعد ارشاد فرمایا کہ آج قربانی کا دن ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں ٹھیک ہی۔ ذی الحجہ کا مہینہ ہے اور سال بلدۃ الحرام ہے۔ جب سامعین کی دلونمیں یہ خیال پورے طور سے جاگزیں ہو چکا۔ کہ آجکا دن بھی، مہینہ بھی، اور خود شہر بھی محترم ہے۔ یعنی اس دن اس مہینے اور اس مقام میں جنگ اور خونریزی جائز نہیں۔ تو فرمایا کہ تمہارا خون، تمہارا مال، اور تمہاری آبرو تا قیامت اسی طرح محترم ہے۔ جس طرح یہ دن یہ مہینا اور یہ شہر محترم ہے۔

آپکی تسکین آمیز باتیں

قوموںکی بربادی، ہمیشہ آپس کی جنگ وجدال اور باہمی خونریزیونکا نتیجہ رہی ہے وہ پیغمبر جو لازوال قومیت کا بانی بنکر آیا ہے اُس نے اپنے پیرودں سے ابدلنہ لمبنہ کہا کہ "ہاں میرے

بعد گمراہ نہ ہو جانا۔ کہ خود ایکدوسرے کی گردن مارنے لگو۔ تم کو خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑیگا۔ اور وُہ تم سے تمہارے اعمال کی بازپرس کریگا۔"

ظلم وستم کا ایک عالمگیر پہلو یہ تھا۔ کہ اگر خاندان میں کسی ایک شخص سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا۔ تو اُس خاندان کا ہر شخص اُس جرم کا مجرم قانونی سمجھا جاتا تھا اور اکثر اصلی مجرم کے روپوش یا فرار ہو جانے پر بادشاہ کا اُس خاندان سے جس پر قابو چلتا تھا۔ اسکو سزا دیتا تھا۔ باپ کے جرم کے بدلے بیٹے کو سُولی دیجاتی تھی۔ اور بیٹے کے جُرم کا خمیازہ باپ کو اُٹھانا پڑتا تھا۔ یہ سخت ظالمانہ قانون تھا۔ جو مدت سی دُنیا پر حکمراں تھا۔ اگرچہ قرآن مجید نے لا تزر وازرۃ وزر اُخریٰ (ایک دوسرے کے بار کا ذمہ وار نہیں ہے) کے وسیع قانون کی رو سے اس ظلم کی ہمیشہ کیلئے بیخ کنی کردی تھی۔ لیکن اُسوقت جب دُنیا کا آخری ایک نیا نظم سیاست ترتیب دے رہا تھا۔ اس اصول کو فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ ارشاد ہوتا ہے ہاں مجرم صرف اپنے جرم کا آپ ذمہ دار ہے ہاں باپ کے جرم کا بیٹا ذمہ دار نہیں، اور بیٹے کے جرم کا جوابدہ باپ نہیں ہے۔ عرب کی بدامنی اور نظام ملکی کی بدترتیبی کا ایک بڑا سبب یہ تھا۔ کہ ہر شخص اپنی خداوندی کا آپ مدعی تھا۔ اور دوسرے کی ماتحتی اور فرمانبرداری کو اپنے لئے ننگ وعار جانتا تھا۔ آپنے فرمایا کہ اگر کوئی حبشی بینی بریدہ غلام بھی تمہارا امیر ہو اور وُہ تمکو خدا کی کتاب کے موافق لیچلے تو اُسکی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔

ریگستان عرب کا ذرہ ذرہ اسوقت مقدس اسلام کے نور سے منوّر ہو چکا تھا۔ اور خانہ کعبہ ہمیشہ کیلئے مِلّت ابراہیمی کا مرکز بن چکا تھا۔ اور فتنہ پردازانہ قومیں پامال ہو چکی تھیں۔ اس بنا پر آپ ارشاد فرماتے ہیں:۔ "ہاں شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا۔ کہ اب تمہارے شہر میں اسکی پرستش نہیں کیجاویگی۔ لیکن البتہ تم اُسکی چھوٹی چھوٹی باتوں پر پیروی کروگے۔"

سب سے آخیر میں آپنے اسلام کے فرائض اولین یاد دلائے۔" اپنے پروردگار کو پوجو، پانچوں وقت کی نمازیں پڑھو۔ مہینے بھر کے روزے رکھو، اور میرے احکام کی متابعت کرو۔ خدا کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔"

۱۴ ذی الحجہ، شنبہ کا دن، زوال کے بعد، آپ یہاں سے برآمد ہو کر وادی محصب میں قیام فرماتے ہیں۔ اور اُسی مقام پر آرام کرتے ہیں۔ پچھلے پہر اُٹھکر مکہ معظمہ تشریف لیجاتے ہیں۔ اور خانہ کعبہ کا آخری طواف کر کے صبح کی نماز وہیں ادا فرماتے ہیں۔ اس کے بعد آپ سب کے ساتھ مدینہ کیطرف مراجعت فرماتے ہیں۔

مقامِ غدیر کی رُوئیداد

راستہ میں ۱۸ ذی الحجہ تھی۔ دوپہر کا وقت تھا۔ تمازت آفتاب نے عرب کے مشہور اور چٹیل میدان ریگستانی کے ذرہ ذرہ کو اپنا ہموزن بنا رکھا ہے۔ ہزاروں صبا رفتار سانڈنیوں کی قطار در قطار مہاریں اُٹھی ہوئی ہیں۔ اور ہر سوار اسی کوشش میں ہے کہ اس سخت طپش اور گرم لوؤں کے ناقابل برداشت تھپیڑوں سے محفوظ رہکر جلد سے جلد اپنی منزل پر پہنچ جانا چاہیئے۔ ہر ایک تیز رو ناقہ کا قدم زمین پر پڑتا نظر نہیں آتا۔ اُن کے ہوا ہو جانے سے خود ہوا اور گرد کا پیچھے رہجانا ایک حیرت انگیز منظر ہے۔ راہ میں ایک مقام خم پڑا جو حجفہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے یہاں ایک تالاب ہے اور اُسکو غدیر کہتے ہیں۔ اسلئے اس مقام کا نام عام زبانوں پر غدیر خم آتا ہے

غدیر خم میں بقول صاحب سیرۃ النبی موکب رسالت مسلمانوں کی اتنی کثیر جماعت کیساتھ خیمہ زن ہوتا ہے وہ حقیقتاً کوئی مشہور و معروف مقام نہیں تھا۔ نہ عرب کی وہ منزل گاہ تھا۔ اور نہ وہاں کوئی آبادی تھی نہ منڈی، اور نہ سیر و تفریح گاہ ایک چٹیل اور ہو کا میدان تھا۔ اور کوسوں کا بے گیاہ ریگستان اس بنا پر وہاں ایک خاص اہتمام کر کے ایسے عظیم الشان خطبہ اور واجب التعمیل ارشاد و ہدایت کی کیا ضرورت،

شہنشاہِ رسالت کو واقع ہوئی۔ تعلیم وہدایت کے متعلق جتنے احکام اصولی وفروعی دین ودنیا کیضرورت کیلئے مفید اور ضروری سمجھے گئے۔ وُہ ایک ایک کرکے حجّتہ الوداع کے دوران قیام اور مکہ سے لیکر منیٰ اجحفہ تک کے میدانوںمیں، اور مختلف مقامات میں متعدد خطبات وارشادات کی صورتمیں تعلیم کردئے گئے۔ سنادئے گئے تبلادئے گئے۔ پھر اب وُہ کونسا ضروری امر اور ناقابل تاخیر حکم تھا۔ جو سُلطان رسالت کو یکایک اِس غیر معروف مقام میں پیش آیا۔"

بہرکیف تھوڑا وقفہ گذر جاتا ہے۔ اسکے بعد سواری خم غدیر کے فراخ میدان میں پہنچ جاتی ہے۔ ہنوز ناقونکی مہاریں ڈھیلی نہیں پڑیں۔ ہنوز رفتار میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ اور لوؤں اور طپش کے حملے کم نہیں ہوئے۔ وہی جد وجہد ہے۔ اور وہی خیال ہے۔ کہ یکایک آپکے قلب پاک کو ایک طرحکی حرکت محسوس ہوتی ہے۔ ناقے کے قدم ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ دست مبارک سی مہار چھٹ جاتی ہے۔ دیکھنے والے آپکو تحیر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مگر معًا ہی اُنکے دلونپر بھی سکوت کا عالم طاری ہوجاتا ہے اور یہ سب کے سب یکلخت اور ایکساتھ رُک جاتے ہیں۔ یہ ایک سمجھنے اور غور کرنیکی بات تھی۔ جسے سمجھنے والے سمجھ جاتے ہیں۔ کہ اسوقت قدرت آپکو اپنی طرف متوجہ کررہی ہے۔ اور قریب ہے کہ اُسکا کوئی منشار ہم لوگونپر ظاہر ہو۔

اس کے ایک ساعت کے بعد، قانون قدرت کا موثر اور بارعب آرڈر معرفت حامل وحی ربّانی اس سطوت وجبروت سی نازل ہوتا ہے۔ یَآ اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ (اے رسول پہنچادے اُن لوگونپر ہمارا یہ حکم) بقول مُسلم وبخاری، واضح ہوتا ہے کہ حضور صلعم کو کسی امر خاص کی تعمیل کا پہلے سے حکم آچکا تھا۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ یاد رکھ اگر اے رسول، تونے اسکی تعمیل نہیں کی تو گویا تونے کوئی کام رسالت کا نہیں کیا۔) اِس آیہ مقدسہ کی نسبت بقول ابن ہشام کہ یہ حکم کسی واقعہ

اندرونی سے متعلق ہے اور یہ کہ یہ حکم ایسا ہی واجب التعمیل تھا کہ اُسپر رسالت کی جملہ تبلیغ منحصر و موقوف تھی۔"

واللہ یعصمک من الناس (اور بیشک ہم تمہارے محافظ ہیں تم ڈرو نہیں) اس آخری فقرہ پر بھی یہی فاضل نامہ نگار فرماتا ہے۔ کہ اس کام کے کرنے میں حضور صلعم کو ضرور کوئی اندیشہ تھا۔ اور یہی ابتک تاخیر کا باعث تھا۔ اور وہ خوف یا اندیشہ صرف گرد و پیش کی اندرونی مخالفت تھی"

گرد و پیش کی اندرونی مخالفت کوسوں دُور کی نہیں تھی، بلکہ صحابیت کے مجمع میں جو ہر وقت پیش نظر رہتا تھا۔ کچھ ایسی مکدر ہستیاں بھی تھیں۔ کہ جنہوں نے صحابیت کو ٹٹی کی آڑ بنا کر شکار کھیلنا اپنا شعار بنا لیا تھا۔ ہم نے پہچانا اور بار بار پہچانا۔ جنگ خیبر میں پہچانا، جنگ اُحد میں پہچانا، جنگ حنین میں پہچانا، حدیبیہ کے موقع پر پہچانا۔ اور سب سے زیادہ عقبیٰ کی گھاٹیوں میں پہچانا، جب کہ بجلی کی تیز چمک نے اُنکے چہروں مہروں کے خدّوخال تک کو ہمارے سامنے روشن کر دیا تھا۔ اور بعد میں حضرت حذیفہ نے ہر ایک کے نام بتا دئے تھے بس یہی گرد و پیش کی مخالفت تھی مگر کچھ دور نہیں ہے قریب اور بہت قریب اسی مقام خم غدیر میں اُن ہستیوں کو ہم پھر خود پہچان لینگے اور گرامی ناظرین کو بھی پہچنوا دینگے۔

وحی الہیہ کے فقرہ فقرے کے استماع کے بعد فوراً منادی کو حکم ہوتا کہ سب کو روکدیا جائے، منادی آواز لگاتا ہے کہ جانیوالو ٹھیر جاؤ ناقوں سے اُتر پڑو، اور حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔"

یہ کڑکتی ہوئی آواز تھی۔ جو میدان کے اس سرے سے اُس سرے تک گونجتی ہوئی چلی گئی۔ اس کے بعد چاروں طرف کے مسلمان حاضر ہو کر آپکے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر عالم محویت ہی۔ خود رفتگی ہے اور بیخودی سے گویا اُن کے لبوں پر

خاموشی کی مہر لگی ہوئی ہے اور اسقدر مصروفیت ہے۔ کہ کسی کو خبر نہیں۔ کہ اس کھلے آسمان، اس چٹیل میدان، اس جلتی ہوئی زمین ان لوؤں کی تپش اور آفتاب کی تیز تیز شعاؤں میں بے شمار انسانوں کو یک لخت پلٹ کا حکم دیکر کیوں ہمہ تن خاموش اور سرنگوں کھڑا کر دیا ہے۔ متحیر ہیں کہ اب یہاں کیا ہونیوالا ہے +

دوسرا دور

آفتاب نبوت ماہتاب امامت

کی جلوہ گری بموقع خم غدیر

ایک طرفہ منظر پر نظر

کچھ تیز رو ناقے تھے۔ جن پر مختلف رنگوں کی محملیں کسی ہوئی تھیں غالباً ان میں ازواج مطہرات اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا اور شاہزادگان والا تبار جناب حسنین علیہم السلام سوار تھے۔ آگے بڑھ گئے تھے۔ واپس لائے جاتے ہیں اور تمام مسلمانوں کی صفوں سے آگے حضور صلعم کے بالکل قریب کھڑے کر دئے جاتے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ جو محمل سب سے آگے تھا۔ وہ مخدومہ کونین جناب سیدہ کا تھا۔ پردہ محمل چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے کسیقدر اُٹھتا ہے۔ اس کے بعد چندے آفتاب چندے ماہتاب دو مقدس نورانی اور بھولے بھولے چہرے محمل کے سیاہ پردہ سے باہر نظر آتے ہیں۔ اسوقت کے نیچرل منظر کے قربان جائیے۔ معلوم ہوتا تھا کہ گویا دو چاند ہیں۔ جو سیاہ بادلوں کے پھٹ جانیسے نمودار ہوئے ہیں۔ ایک حیرت تھی جو دور نہیں ہوتی تھی۔ اور دنیا کے عجائبات میں سے ایک طرفہ منظر تھا۔ جس پر سے نظر اٹھانیکو بھی جی نہ چاہتا تھا۔ ان نورانی چہروں پر جو پہلی نظر پڑتی ہے۔ وہ خود آفتاب رسالت کی محبت بھری نظر تھی۔ دونوں شاہزادوں کے ہاتھ سلام کیلئے اُٹھتے ہیں۔ "فدائی نانا کے" تبسم آمیز لب اتنے کشادہ ہو جاتے ہیں۔ کہ دندان مبارک کی چمک اور مقدس نورانی چہروں کی ضوفشانیاں ایک جسم ہو کر منظر کو بالکل سونے پر سوہاگہ کے مصداق بنا دیا تھا۔ زبان مبارک سے یہ پیارے الفاظ برآمد

ہوتے ہیں:۔ نانا قربان! گرم لوئیں ہیں۔ پردہ چھوڑ دو، اور اپنی ماں کی آغوشِ رحمت میں آرام کرو"

ممبر کی تکمیل اور میدان کی صفائی

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ! کیا شانِ نبوت و رسالت ہے۔ کہ اس عظیم الشان مجمع میں اسوقت ایک متنفس کے سانس کی آواز بھی سننے میں نہیں آتی۔ اور یہ سب خاموش منتظرِ حکم کھڑے ہیں۔ آپ کو جب یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ سب کے سب جمع ہو گئے ہیں۔ اور کوئی پس و پیش نہیں ہے تو آپ ارشاد فرماتے ہیں:۔ "کہ اے گروہِ عرب و عجم اور اے رؤسائے روم و شام سن لو! کہ مجھے اسوقت حکم ملا ہے کہ ایک زبردست جلیل القدر اور عظیم الشان امورِ اسلام میں سے ایک امر اسلام کو تم لوگوں تک پہنچا دوں مگر یاد رکھو کہ یہ رکنِ اعظم دین میں سے ایک رکن ہے۔ اور تم لوگوں کو اسکی پابندی لازمی ہے"۔ یہ فرماتے ہوئے آپ پشت ناقہ سے فرشِ زمین پر تشریف لاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ایک ممبر کجاوہ ہائے شتر سے بنانے کا حکم نافذ فرماتے ہیں۔ مسلمان فوری تعمیل حکم کرتے ہیں بلکہ ممبر کے ساتھ ساتھ اپنے شاندار عماموں، اور اپنے نفیس چغوں اور اپنی قیمتی عباؤں کے علاوہ، اپنے ہاتھوں، اپنے دلوں اور اپنی اپنی پلکوں سے بڑے فخر، بڑی عزت، بڑے شوق، اور بڑے چاؤ کیساتھ اس میدان کو دور تک خس و خاشاک بھی پاک و صاف کر دیتے ہیں۔ جب ممبر کی شان حکومتوں کے تخت و تاج سے زیادہ بلند ہو جاتی ہے اور جب میدان غدیر آئینے کی صفائی سے زیادہ صاف ہو جاتا ہے تو فخر رسل ہادی کل، شمع شبستان لم یزلی واقف اسرار خفی و جلی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ممبر پر تشریف لاتے ہیں۔ اور سب سے پہلے اپنی مشہور فصاحت و بلاغت سے خدائے بزرگ و برتر کی حمد اور توصیف فرماتے ہوئے بے ثباتی عالم اور اپنی رحلت کا دردانگیز لیکچر دیتے ہیں اس کے بعد فرماتے ہیں کہ:۔

قرانؑ اور اہلبیت کی ہدایت

مسلمانو! سن لو اور یاد رکھو کہ میں دو نایاب چیزیں قران اور اہلبیت تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ دیکھنا یہ ہے کہ تم ان دونوں چیزونکو کہاں تک عزیز رکھتے ہو۔ خبردار انکی توقیر، انکی عظمت، اور ان کے احترام میں کمی نہ کرنا، قران تمہارے واسطے ایسا عمدہ قانون ہے۔ جو ضروریات زندگی میں تمہارا سب سے بڑا رفیق ہے۔ اور اس کے سمجھانیکے لئے میری اہلبیت ہے۔ جو قران کی اہل ہے۔"

اور بقول امام نسائیؒ یہ بھی فرمایا۔ کہ اے لوگو! میں اپنے پیچھے تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔ اگر تم نے ان دونوںسے تمسک کیا۔ تو تم میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے وہ خدا کی کتاب اور میری اہلبیت ہیں۔ خدائے مہربان خبر دینے والے نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ جبتک وہ حوض کوثر پر دونوں وارد نہ ہوں ہرگز ایکدوسرے سے جدا نہ ہونگے۔ میرے حوض کی وسعت اتنی ہے جتنی بصرہ سے صنعا یمن تک، اور اس کے پیالے ستارونکی گنتی کے برابر ہیں۔ تحقیق کہ خدا تم سے پوچھنے والا ہے۔ کہ تم نے میرے بعد خدا کی کتاب اور اہلبیت کیساتھ کیا برتاؤ کیا۔"

بقول ترمذی، غفاری، حذیفہؓ بن اسید سے کہتے ہیں۔ کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ میں تمسے تمہاری دو چیزونکی نسبت پوچھنے والا ہوں۔ دیکھوں تم میرے بعد ان دونوں کیساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ پہلے بڑی چیز تو خدا تعالیٰ کی کتاب ہے جسکی رسی کا ایک سرا تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھوں میں تم اسکو مضبوط پکڑ لو تو گمراہ نہ ہوگے، اور دوسری چیز میرے قریبی اہلبیت ہیں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ دونوں جب تک میرے پاس حوض پر وارد نہوں ایکدوسرے سے علحدہ نہیں ہو سکتے۔

اس کے بعد بقول اُسوۃ الرسول۔ اس حدیث ثقلین کی نسبت تمام محدثین

کی مضمون آرائی کے خلاصے کے فقرے حسب ذیل ہیں :-

(۱) ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی" (اگر تم ان سے تمسک کروگے تو میرے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے)

(۲) مع انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض (اور تا وقتیکہ دونوں لوٹ کر میرے پاس حوض کوثر پر نہ آئیں۔ ایکدوسرے سے جدا نہیں ہوسکتے)

(۳) ان اللہ یسئلکم کیف خلفتمونی فی کتاب اللہ واہل بیتی" (اور تحقیق کہ اللہ تعالیٰ تم سے پوچھیگا کہ تم لوگوں نے میرے بعد کتاب خدا اور میری اہلبیت کیساتھ کیا سلوک کیا)

خم غدیر اور شان امامت کا اظہار

سننے والے سنتے ہیں، اور کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ مگر رحلت کی موحشہ خبر، اور معاً ہی آنکھوں کے امنڈ آنے، اور دلوں کے بے اختیار ہو جانیسے سہمے ہوئے بیخود اور طاقت البیانی سے قاصر اور رُکے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ اور مکرر سکرر فرماتے ہیں کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں تم سب سے اور تمہارے نفسوں سے تمہارے لئے اولیٰ بتصرف ہوں"

بقول حضرت امام احمد حنبل یہ بھی فرمایا۔ کہ ایھا الناس! کیا تم نہیں جانتے کہ میں مومنوں کیلئے انکے نفسوں سے اولیٰ ہوں۔ یا یہ کہ تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کیلئے اسکے نفس کیلئے اولیٰ ہوں"

حاضرین بار بار سنتے ہیں۔ اور اس اَلَسْتُم تَعْلَمُوْنَ اِنّی اَوْلیٰ بِکُم مِن اَنفُسِکُم کا جواب متفق ایکدل اور ایک زبان چاروں طرف سے یہی دیتے ہیں کہ اے محترم پیشوا اور اے شفیع وشفیق! ہمارے رسول خدا! لاریب آپ ہم سے افضل تریں ہیں۔ اور آپ بیشک ہم پر اور ہمارے نفسوں پر اختیار رکھتے ہیں" جب آپکو اپنے اس سوال کا جواب کافی ملجاتا ہے اور آپ مطمئن بھی ہو

جاتے ہیں۔ تو آپ اس عظیم الشان مجمع اور ان دو لاکھ سے زیادہ انسانو مومنین سے ایک راست باز جوان کو جسے قدرت اپنے برگزیدہ نبی اکرم کی سچی محبت سچی حمایت، اور تقویت دین کیلئے ازل سے انتخاب فرما چکی تھی، چن لیتے ہیں۔ اور اپنے کاموں کے متعلق شہادت حاصل کر لینا ضروری سمجھکر، اس اپنے فرماں بردار کو جسے روز ولادت سے آجتک اپنے ہاتھوں سے اٹھاکر سینۂ مبارک سے لگا رکھا تھا۔" اپنے سر اقدس سے اونچا اٹھا لیتے ہیں۔ اور سب سے فرماتے ہیں اَیُّھَا النَّاس لو دیکھلو! پہچان لو، یہ علی ہے! یہ علی ہے! یہ علی ہے!" مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَولَاہُ" (جس کا میں مولا ہوں اُس کا یہ علی مولا ہے! اور پھر فرمایا:۔ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہُ۔ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہٗ۔ خدایا! دوست رکھ اُسکو جو اسے دوست رکھے، اور دشمن رکھ اسی جو اسے دشمن رکھے، اور مدد کر اُسکی جو اسکی مدد کرے، اور نہ مدد کر اُسکی جو نہ مدد کرے اسکی)

اس کے بعد آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اے دیکھنے اور سننے والو دیکھ لو، اور سن لو۔ میرے بعد یہ علی تمہارا مولا ہوگا۔ یہ تمہارا پیشوا ہوگا۔ اسکی عظمت کرو کہ آج خدا نے اسے میرا وصی فرمایا ہے۔ میں تم سب کے سامنے اسکو تمہارا امام بناتا ہوں اور اپنا جانشین مقرر کرتا ہوں۔ اگر تم نے اس کے احکام پر عمل کیا۔ اور اسکو اپنا امام اور میرا وصی سمجھا تو میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ اور تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ تم ضروری نجات پا جاؤ گے۔ ورنہ تمہارا کہیں ٹھکانا نہیں)

کس کی مجال تھی اور کسکی طاقت تھی۔ کہ آپکے اس فرمان کو نہ سنتا، اور اسے قبول نہ کرتا۔ چاروں طرف سے آوازیں بلند ہوتی ہیں کہ ہاں ہم نے علی کو دیکھ لیا۔ الحق علی ہمارا امام ہے، لاریب علی ہمارا پیشوا ہے، بیشک علی آپ کا جانشین اور وصی ہے۔

خطبہ بموقعہ خم غدیر

یہاں ہم علامہ شہاب الدین احمد کتاب (توضیح الدلائل) کے اُس جلیل القدر خطبہ کی نقل کرتے ہیں۔ جو غدیر خم کے موقعہ پر زبان رسالت سے ارشاد فرمایا گیا تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ میں خدا کی حمد اُن نعمتوں کے لئے کرتا ہوں۔ جو میری ذات میں اُسکی طرف سے ودیعت ہوئی ہیں۔ اور اُن امتحان و بلا کیلئے بھی ممنت گذار ہوں جو میری عزت و اہلِ بیت پر نازل ہونے والی ہیں۔ اور دنیا کی ناگوار مصیبتوں اور روز آخرت کی مُہلک کھنوں پر اُس سے مدد مانگتا ہوں پھر میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ سوائی خدائے واحد کے اور کوئی خدا نہیں ہے۔ وہ بالکل یکتا ہے۔ اور بڑی عظمت والا ہے۔ اور اُس نے اپنے لئے کوئی زوجہ یا فرزند یا مددگار قرار نہیں دیا ہے۔ اُس کے بندوں سے میں بھی ایک بندہ ہوں۔ لیکن اُس نے اپنی پیغمبری کیلئے مجھے تمام خلق کا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ وہ لوگ جو ہلاک ہونیوالے ہیں وہ ایک حجت کیساتھ ہلاک ہوں اور جو نجات پانیوالے ہیں۔ وہ ایک حجت کیساتھ نجات پائیں۔ مجھے خدا نے تمام عالم میں کہ جنمیں اولین و آخرین بھی شامل ہیں۔ برگزیدہ فرمایا ہے۔ اور کنجیاں خزانوں کی مجھکو عطا فرمائی ہیں۔ اور جو عہد کہ مجھ سے فرمائے ہیں۔ اُن کا مجھ سے استحکام فرمایا ہے۔ اور اپنا راز میرے سپرد فرمایا ہے۔ اور میرا امداد کی ہے اور اسی وجہ سے مجھے اُسکی نصرت حاصل ہے۔ بس میں آغاز کرنیوالا ہوں اور میں ہی انتہا پر پہنچانیوالا ہوں۔ سوائے ذات اقدس الٰہی کے مجھے اور کسی طرح قوت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اے لوگو! خدا سے اتنا ڈرو جتنا کہ ڈرنے کا حق ہے۔ اور نہ جنگ کرو۔ مگر دین اسلام پر۔ اور یاد رکھو خدا تمام چیزوں پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ قریب ہے کہ میرے بعد کچھ قومیں ہونگی۔ اور وہ مجھ پر تہمت باندھینگی اور لوگ اُن کے جھوٹ کو قبول کرینگے۔ مگر خدا کی پناہ! اگر میں خدا کیطرف سے سوائے امر حق

کے اور کچھ زبان سے نکالوں، اور سوائے سچ کے اُس کے حکم سے خلاف کچھ بات کروں۔ اور سوائے اُس حکم کے جو خدا نے مجھے دیا ہے۔ میں تمہیں کوئی اور حکم کروں اور سوائے اللہ کے اور چیزوں کی طرف تمہاری دعوت کروں۔ اور جو لوگ کہ ظالم ہیں وُہ بہت جلد جان لینگے۔ کہ کیسی بازگشت اُنکی ہونے والی ہے۔

خطبہ کے اس مقام تک آپ پہونچے تھے۔ کہ عبادہ بن صامت کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اور پوچھتے ہیں کہ یا رسُولَ اللہ! یہ کب ہوگا۔ اور وُہ کون لوگ ہیں ہمیں بتادیجئے۔ اور پہچنوا دیجئے۔ تاکہ ہم اُن سے پرہیز کریں۔"

آپنے فرمایا کہ یہ وُہ لوگ ہیں جو ابتدا سے ہماری دشمنی پر آمادہ ہیں۔ اور جب میری جان یہانتک (حلق کیطرف اشارہ کرکے) پہنچیگی، اُسوقت ظاہر ہونگے۔"

عبادہ نے عرض کیا کہ پھر ہم ایسے وقت میں کس سے رُجوع کریں۔ فرمایا کہ تم اُن لوگونکی پیروی اور اطاعت کرو۔ جو میری عترت میں سب سے زیادہ پیش قدم ہیں۔ میری پیغمبری کے علم کے لینے والے ہیں۔ وہی تمکو گمراہی سے باز رکھینگے اور نیکی کیطرف دعوت کرینگے۔ یہی اہل بیت اہل حق ہیں۔ صدق و راستی کے معدن ہیں کتاب و سنت کو تم لوگوں میں زندہ رکھینگے۔ اور الحاد و بدعت سے تمکو بچائینگے۔ حق کے ذریعہ سے باطل کو پست کرینگے۔ اور کسی جاہل کیطرف میلان نہ کرینگے۔ اے لوگو! خدا نے مجھے اور میری اہلبیت کو ایک مٹی سے بنایا ہے۔ اور اُس سے سوائے میرے اور میری اہلبیت کے کسی اور کو نہیں بنایا۔ ہم اول وُہ لوگ ہیں جنکی سب سے اوّل خلقت ہوئی۔ اور جب خدا ہمکو پیدا کر چکا۔ تو ہمارے نور سے تاریکی کو روشن کردیا۔ اور پھر ایک طینت کو ہمارے سبب سے زندہ کیا۔ اور فرمایا کہ یہ لوگ بہترین اُمت سے ہیں۔ میرے علم کے حامل ہیں۔ میرے اسرار کے خازن ہیں۔ سرداران اہل زمین اور حق کیطرف دعوت کرنیوالے ہیں اور راستی کے ساتھ خبر دینے والے ہیں

اُنکو کبھی شک نہیں ہوتا۔ کوئی فریب اُنکو عارض نہیں ہوتا۔ یہ کبھی راہِ خدا سے پیچھے ہٹنے والے نہیں۔ کبھی عہدِ خدا کو توڑنے والے نہیں۔ یہ وُہ ہادی ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔ آئمہ راشدین ہیں جو اُنکی ولایت اور اطاعت کیلئے میرے پاس آئے۔ وہی ہدایت یافتہ ہے اور جو اُنکی عداوت لیکر میرے پاس آئے۔ وہی گمراہ ہے اُنکی محبت ایمان ہے۔ اُن کا بغض نفاق ہے۔ یہی آئمہ ہدایت کرنیوالے اور احکام خدا کی مضبوط رسّیاں ہیں۔ اور انہی کی محبت کا ہمیشہ اولین و آخرین سے عہد لیا گیا ہے۔ اور ان ہی کے ذریعہ سے اعمال صالح تمام ہوتے ہیں۔ اور یہی وُہ ارحام ہیں۔ جنکی قسم خدا نے اپنے قرآن مجید میں یاد دلائی ہے۔ اور فرمایا ہے وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا۔ ترجمہ: (ڈرو اُس خدا سے کہ جس کیمتعلق تم سے سوال کیا جائیگا۔ اور ارحام سے جو تمہارا نگہبان ہے۔) پھر دعوت دی تمکو اُنکی محبت کیطرف اور فرمایا۔ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی۔ ھُمُ الَّذِیْنَ اَذْھَبَ اللّٰہُ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھَّرَھُمْ تَطْھِیْرًا (کہدے اے محمدؐ میں تم سے اجرِ رسالت سوائے اِس کے اور کچھ نہیں چاہتا۔ کہ میرے اقربا سے محبت کرو۔ یہی وُہ لوگ ہیں۔ جن سے خدا نے ہر عیب و نجاست کو دُور کر کے طیب و طاہر کیا ہے) یہی وُہ لوگ ہیں کہ جب گویا ہوتے ہیں تب نہایت راست گو ہوتے ہیں۔ اور جب اُنسے کوئی بات پوچھی جائے تو نہایت جاننے والے ثابت ہوتے ہیں۔ اور جو چیز ان کے پاس امانت رکھوائی جاتی ہے۔ اُسکی حفاظت کرتے ہیں۔ اور میرے اہل بیت میں دس خصلتیں ایسی ہیں۔ کہ سوائے ان کے اور کسی میں جمع نہیں ہوسکتیں حلم و علم، نبوت، بزرگی، شجاعت، راستگوئی، پاکیزگی، عفت، یہی لوگ کلمۂ تقویٰ ہیں اور یہی وسیلۂ ہدایت ہیں۔ حجتِ عظمیٰ ہیں اور عروۃ الوثقیٰ (مضبوط رسیاں) ہیں۔ یہ لوگ بموجب ارشاد خدا تمہارے سید و سردار ہیں اور جو کچھ میں تم

اور جو کچھ میں تم سے کہتا ہوں۔ وُہ میرے خدا کا حکم ہے
حاضرین آگاہ ہوں (حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر) کہ جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ مولا ہے۔ حاضرین علی کے بارے میں خدا نے وحی فرمائی ہے۔ کہ وُہ سید المسلمین ہے۔ پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کا امام ہے۔ اور اُن لوگوں کا پیشوا ہے جن کی پیشانیاں نورانی ہیں۔ جو کچھ خدا نے مجھے حکم دیا تھا۔ وہ میں نے تمہیں پہنچا دیا اب میں علی کو تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ اور اپنے اور تمہارے لئے مغفرت کا خواستگار ہوں۔"

خطبے کے بعد کے حالات

اس خطبہ کے بعد بقول اصامہ ابن حجر عسقلانی وبقول بغوی، وکنیز الاعمال، وبقول ابن ابی شیبہ، وابو داؤد طیاسی وبیہقی، حضرت علی مرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلعم نے بروز غدیر خم میرے سر پر ایک عمامہ سیاہ باندھا اور اُس کے دونوں کنارے میرے کاندھے پر ڈالدئے۔ اور یا کہ حضرت علی نے فرمایا کہ حضور صلعم مجھ سے ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ بدر وحنین کے روز ہماری مدد رب العزت نے ایسے فرشتوں سے کی جو عمامے پوش تھے۔ اور عمامہ مسلمین ومشرکین کے درمیان فرق تبلانیوالا ہے۔ اور یا یہ کہ حضور صلعم کا ایک عمامہ تھا۔ جس کا نام "سحابہ" تھا حضرت نے وُہ عمامہ بروز خم غدیر حضرت علی کے سر پر باندھا تھا۔

پھر آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایہا الناس! قیامت کے دن تم سے میری نسبت یہی سوال کیا جائیگا۔ مجھے بتادو کہ تم سب کیا کہو گے، یہ سب عرض کرتے ہیں۔ کہ آپنے حکم الٰہی کی تبلیغ فرمائی۔ آپنے حق نبوت اچھی طرح ادا کیا۔ آپنے آج حضرت علی کو بحکم خدا اپنا وصی، ہمارا مولا، آقا اور پیشوا بنایا۔

ہمارے سوال پر ایک قہقہہ اسوقت کی آپکی متواتر اور مکرر

سکر آوازِ مبارک کتنی با اثر تھی۔ جس نے سوچنے اور غور کرنیوالوں کو آئینۂ حیرت بنا رکھا ہے۔ اور وہ بیخود ہوکر ایکدوسرے کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ گویا آئندہ کی ایک دلفریب صورت اُنہیں نظر آرہی ہے۔ ہمارے اس سوال پر کہ اس عظیم الشان مجمع کے اس مستحکم اقرار ومدار اور قول واقرار کا آئینہ کیا اسی مقام اور اسی حد تک جلوہ گری کا کام دیسکتا ہے۔ یا اس سے آگے چلکر بھی اُسمیں رونمائی ہوسکتی ہے؟ بیساختہ اربابِ مذاق نے ایک زبردست قہقہہ لگایا۔ اور پہلو بدل کر فرمایا:۔

"قاسم! خاموش باش ہمیدانی کہ ایں آئینہ را دیوانگان سقیفہ بنی ساعدہ اند سنگہار ریزہ ریزہ خواہند ساخت"

ہاں آپنے مجمع سے اپنی تبلیغ اور علی کی ولایت کا اقرار سنا، اور فوراً انگشتِ شہادت آسمان کیطرف بلند کی۔ اور فرمایا:۔ اَللّٰھُمَّ بَلَّغْتُ اَللّٰھُمَّ اَشْھَدُ عَلَیْھِمْ۔ اے میرے خدائے عزوجل سُن لے! یہ تیرے بندے میرے اور علیؑ کی نسبت کیا کہ رہے ہیں۔ میں نے تیرا حکم ان پر پہنچا دیا۔ تو گواہ رہ اور اس شہادت کو محفوظ رکھ۔"

اس کے بعد پھر ارشاد ہوتا ہے۔ اے حبشیوں اے رُومیوں، اے شامیوں اور عرب وعجم، توران وایران کے رہنے والو! یاد رکھو، اور اچھی طرح سنلو، کہ موجودہ لوگ آئندہ آنیوالی نسلوں اور حاضرین۔ غائبین کو یہ شہادت اور یہ مژدہ اسی طرح پہنچاتے رہیں۔" ہنوز آپ تبلیغ احکام الٰہی اور شہادت امامت اور موعظت اُمت سے فارغ ہوکر ممبر سے نیچے تشریف نہیں لانے پائے تھے۔ کہ قدرت کو ہمنے پھر متحرک اور رُوح القدس کو ہم نے یہ فرماتے ہوئے دیکھا "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" اور "وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ" اور "وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا"

ہمارا شکریہ

اِس مژدہ خداوندی کو سنکر مسلمانوںمیں ایک جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ اور نعرہ اللہ اکبر سے دشت دجبل گونج اُٹھتے ہیں۔

گرامی ناظرین! بہ لحاظ اس شہادت کے جو ہم نے اس عظیم الشان مجمع میں ادا کی۔ اور بہ لحاظ اُن کاموں کے جنہیں ہمارے حضور صلعم نے دُنیا میں پورا کیا۔ ہم یقین رکھتے ہیں۔ اور اس یقین کو اپنا ایمان سمجھتے ہیں۔ اور اس ایمان کو اپنی نجات کا ذریعہ جانتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے برحق اور برگزیدہ ہادی حضور صلعم آن اپنے تمام مقاصد ومطالب میں کامیاب ہوتے ہیں۔ جو خدائے عزوجل نے آپکی نبوت اور بعثت کی غرض اور مدّعا بنائے تھے۔

عبرت سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْکٰفِرِیْنَ لَیْسَ لَہٗ دَافِعٌ مِّنَ اللّٰہِ ذِی الْمَعَارِجِ ۔ مانگا ایک مانگنے والے نے عذاب کو کہ کافروں کے لئے ہونیوالا ہے۔ عذاب اللہ کیطرف سے ہے۔ جو مالک ہے سیڑھیوں کا۔ اِس آیتہ مقدسہ کے نزول کا ایک عبرتناک واقعہ ہے جو موقعہ خم غدیر دیکھنے والوں نے دیکھا اور عرصہ تک خدائے عزوجل سے پناہ مانگتے رہے۔ اور جسکو علامہ سبط ابن جوزی کتاب تذکرہ خواص الائمہ اور علامہ محمد بن یوسف الزرندی کتاب معارج الوصول اور ملک العلماء دولت آبادی کتاب مناقب الشہادت اور علامہ سمہودی کتاب جواہر العقد اور محدث شیرازی کتاب روضتہ الاحباب اور علامہ عبدالرؤف کتاب فیض التقدیر اور علامہ محمود بن محمد القادری کتاب صراط السوی اور علامہ حلیمی کتاب لسان العیون اور علامہ احمد بن فضل بن محمد کثیر کتاب وسیلتہ الآمال اور علامہ محمد بن اسمٰعیل الامیر کتاب روضتہ الندیہ اور حافظ محمد بن یوسف الگنجی کتاب کفایت الطالب اور امام ابواسحاق ثعلبی کتاب تفسیر نے یوں بیان

بیان کیا ہے:۔ کہ سُفیان عینہ سے ایک شخص یوں سوال کرتا ہے۔ کہ آیتہ مقدسہ "سَاَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ" کس کے حق میں نازل ہوئی ہے سفیان سائل سے کہتے ہیں۔ کہ تو مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھتا ہے۔ کہ تجھ سے پہلے کسی نے بھی مجھ سے نہ پوچھا تھا۔ مجھ سے جناب امام محمد باقر علیہ السّلام نے روایتاً اپنے آبائے کرام سے بیان فرمایا ہے۔ کہ جب حضور صلعم خم غدیر کے مقام پر پہنچے۔ لوگوں کو جمع کر کے سب کے سامنے جناب امیر کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ کہ جس کا میں مولا ہوں، اُس کا علیؑ مولا ہے،، اور یہ بات اور لوگوں میں مشہور ہو گئی۔ تو یہ خبر حارث بن نعمان فہری کو بھی معلوم ہو گئی۔ اور وہ اُسیوقت اپنے ناقہ پر سوار ہو کر حضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ اور اپنے ناقہ کو بٹھا کر اور اُس سے اُتر کر آپ کے قریب پہنچتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یا محمدؐ (صلعم) آپنے ہم کو حکم دیا کہ ہم اِس بات کی گواہی دیں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اور بے شک آپ اُس کے برحق رسول ہیں۔ ہم نے آپ کا یہ حکم مان لیا۔ پھر آپنے ہمکو پانچ وقت کی نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ وہ بھی ہم نے قبول کر لیا۔ پھر آپنے ہمیں زکوٰۃ دینے کا حکم دیا۔ ہمنے وہ بھی قبول کر لیا۔ پھر آپنے ہمکو روزہ رکھنے کو ارشاد کیا۔ وہ بھی ہم نے مان لیا۔ پھر آپنے ہمیں حج کرنیکو فرمایا۔ اور اُسے بھی ہم نے سر آنکھوں پر رکھ لیا۔ پھر اس پر بھی آپ راضی نہ ہوئے۔ اور آج اپنے ابن عم علیؑ کا بازو پکڑ کر اُٹھایا۔ اور اُنکو ہم لوگوں پر فضیلت دی۔ اور فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ مولا ہے یہ بات آپ اپنی طرف سے فرماتے ہیں۔ یا خدا کیطرف سے" آپنے ارشاد فرمایا کہ "ہاں قسم ہے اُس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ یہ بات خدا کیطرف سے ہے"

حارث یہ سنتا ہے اور یہ کہتا ہوا اپنے ناقہ کیطرف آتا ہے کہ "اے خدا محمدؐ (صلعم) جو کچھ فرماتے ہیں۔ اگر سچ ہے تو (معاذ اللہ) ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے

ہمیں دردناک عذاب میں مبتلا فرما۔" یہ کہتا ہوا اپنے ناقہ پر سوار ہوتا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ مہار شتر اُٹھائے۔ اُسیوقت قدرت اُسپر ایک پتھر پھینکتی ہے۔ جو اُس کے سر پر گرتا ہے اور پشت سے نکل جاتا ہے۔ اور وہ فوراً ہلاک ہو جاتا ہے۔

حسان بن ثابت کی چند اشعار

جناب امیر علیہ السّلام کی اس تقریب ولیعہدی کے موقعہ پہ دربار رسالت کے ملک الشعرا حضرت حسان بن ثابت نے جو قصیدہ فی البدیہ اس مقام غدیر پر پڑہا وہ یہ تھا۔

ینادیھم یوم الغدیر نبیھم ۔۔۔ وقال فمن مولاکم و ولیکم
الٰھک مولانا وانت ولینا ۔۔۔ فقال لہ قم یا علیؑ فاننی
بخم واسمع بالرسول منادیا ۔۔۔ فقالوا ولم یبدوا ھناک التعامیا
ولن تجدنا فی ذالک الیوم عاصیا ۔۔۔ رضیتک من بعدی اماما وھادیا
فمن کنت مولاہ فھذا ولیہ ۔۔۔ ھناک دعا اللھم وال ولیہ
فخص بھا دون البریۃ کلھا ۔۔۔ فکونوا لہ انصار صدق موالیا
وکن للذی عاد علیا معادیا ۔۔۔ وسماہ الوزیر المواخیا

(غدیر خم کے دن اُنکے پیغمبر نے پکارا۔ اور جناب رسولخدا نے کیا اچھی منادی کی۔ ارشاد کیا کہ تمہارا کون مولیٰ و ولی ہے۔ اُن لوگوں نے جو اس مقام پر سرکشی نہیں کرتے تھے۔ عرض کیا تیرا خدا ہمارا مولا ہے۔ اور تو ہمارا ولی ہے۔ اور آج کے روز سے تو ہمیں نافرمان نہیں پائیگا۔ پس حضرت نے فرمایا۔ اے علی اُٹھ کھڑا ہو بے شبہ تجھکو میں نے اپنے بعد امام اور ہادی پسند کیا ہے۔ پس جس کا کہ میں مولا ہوں اُس کا تو مولا ہے۔ تم لوگ اس کے سچے مددگار بن جاؤ۔ وہیں آپنے دعا کی۔ کہ

کہ بار الہا! علیؑ کو دوست رکھ، اور علیؑ کے دشمن کو دشمن رکھ، تمام لوگوں نے علیؑ کو اس خصوصیت کیساتھ مخصوص کیا۔ اور اُن کا نام وزیر و بھائی رکھا)

واقعہ غدیر پر ریمارک

حقیقت میں حضور صلعم کے مقدس سوانح میں کوئی واقعہ اس شہرت و اعلان اور تفصیل و بیان کی ساتھ وقوع پذیر نہیں ہوا۔ کوئی مفسر، کوئی محدث اور کوئی مؤرخ دنیائے اسلام میں نہیں پایا جاتا۔ جو اُن نصوص و احادیث کے اسباب نزول کو اس واقعہ کے سوا کسی دوسرے واقعہ کے متعلق تبلاتا ہو۔ جیسا کہ آیہ بلغ سے لیکر آیہ سال سائل تک اور حدیث ثقلین سے لیکر حدیث من کنت مولاہ کے ارشاد تک اقوال معتبرہ و متواترہ سے ثابت کر دیا گیا ہے۔ لیکن اس واقعہ کے مرقومہ بالا تمام خصوصیات کیساتھ۔ اسکی اُس خصوصیات کا بھی ذکر کر دینا نہایت ضروری ہے۔ کہ اس کے وقوع اور اعلان عام کے کل دو ہی برس بعد حب طمع دنیاوی اور حرص مال و دولت کی ضرورت سامنے آگئی۔ تو پھر جس طرح اس عظیم الشان واقعہ کی یاد بھلائی گئی۔ اور اسکی اصلیت و حقیقت چھپائی گئی۔ گھٹائی گئی۔ اور دنیائے اسلام سے مٹائی گئی۔ اور اس کے خلاف خلافت کی چار دیواری بنائی گئی۔ ویسی کسی واقعہ اسلامی کی نہیں ہے

یہاں حجتہ الاسلام امام غزالی سے ضبط نہ ہو سکا۔ تو اُنہوں نے اپنی کتاب سر العالمین میں۔ اہل اسلام کی اس کتمان حقیقت پر حیرت و حسرت کے آنسو بہا کر حسب ذیل عبارت لکھدی:۔ جمہور نے اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع کر لیا ہے اور سب کا اسپر اتفاق ہے۔ کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا۔ کہ جسکا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ مولا ہے۔ پس عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ مبارک ہو۔ مبارک ہو آپکو اے ابو الحسن! درآنحالیکہ آپکو صبح ہوئی۔ اور آپ ہمارے اور کل مومن و مومنہ کے مولا ہوئے۔"
اس کے بعد امام غزالیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا ایسا کہنا خلافت علیؑ کو تسلیم کر لینا ہے

صد اور رسالت حضور صلعم کے زمانہ میں کسی واقعہ کے متعلق ایسے نصوص متواترہ کا نزول کبھی نہیں ہوا۔

اور اُن کے استخلاف پر راضی ہونا ہے۔ اور حضرت علی کو حاکم سمجھ لینا ہے مگر بعد اس سمجھنے کے خواہش نفسانی نے ریاست اور حکومت فانی کے حاصل کرنیکا غلبہ کیا۔ ریاست عظیمہ کا ہاتھ آنا اور خلافت کے نشان کا ہر دیار و امصار میں گڑ جانا اور علم کے پھریرونکا ہوا میں اُڑنا اور ہوا کا بیرقوں سے لپٹنا، اور سواروں کا دونوں طرف جلو میں چلنا، اور گھوڑونکی ٹاپونکا مثل حال کے معلوم ہونا، مُلکوں اور شہرونکا فتح ہونا، ان سب خیالات میں اُن لوگونکو خواہش نفسانی کا جام پلا کر مخمور کر دیا اور اسی مدہوشی نے اُنکو خلیفہ کر دیا۔ اور جیسے اسلام کے قبل تھے پھر ایسے کے ویسے ہوگئے اور اُس عہد کو اُنہوں نے پیچھے ڈالدیا۔ اور اس عہد شکنی کیساتھ اُنہوں نے ادنیٰ چیز کو خرید کر لیا۔ پس کیا بُری چیز کو اُنہوں نے خرید کیا"

بیعت گیرونکی فہرست

گرامی ناظرین! ہم آپکو پھر خم غدیر میں لیچلتے ہیں۔ اور بیعت گیرونکا ہجوم آپکی نظروں سے گذارتے ہیں۔ حضور صلعم کی اُن جلیل القدر کامیابیونکے حاصل ہونے، اور جناب علیؑ علیہ السلام کے منجانب قدرت مشرف بہ امامت ہونیکے تھوڑے ہی وقفہ کے بعد عرب کے مشہور قبیلے عدی کا معزز سردار عمرؓ ابن الخطاب جو آئیندہ حسب ریمارک قانون شوریٰ مرتبہ سقیفہ بنی ساعدہ محترم خاندان بنی ہاشم کا منجانب ارباب جہالت عرب دوسرا خلیفہ ہونیوالا ہے" اپنی زیر اثر ایک بڑی جماعت کیساتھ۔ اور پھر خاندان بنی تیم کا ایک مسن اور سر بر آوردہ شخص ابو بکر بن قحافہ جسکو ارباب جہالت عرب تھوڑے ہی سے وقت کے عظیم تغیر و تبدل کے بعد حسب منشا احکام نفاذ شدہ مجلس شوریٰ، سقیفہ، بنی ساعدہ اُسی برگزیدہ خاندان بنی ہاشم کی تمام حقوق اپنے لئے تفویض کرنیوالے ہونگے"۔ اپنی قوم کو لئے۔ اُس کے بعد سرزمین عرب کا متمول اور نامی خاندان بنی اُمیہ عثمانؓ بن عفان اپنے سردار قوم کی ہمراہ جسکی شوریٰ سوسائیٹی سقیفہ بنی ساعدہ پولیٹکل آئیندہ پیش

آنیوالی خوفناک صورتیں، بنی ہاشم کی قوتوںکو مغلوب، اور رُوح حرمت مقدس اسلام کے ترقی کناں دلونکو مضمحل کرنیوالی ہوگی۔

عرب کے مخصوص ان ہر سہ قبائل کی وفد میں وُہ مشہور سرغنہ ابوسفیان بن حرب۔ جسنے سات سال تک حضور صلعم کے مقابلے میں نہ صرف فوج کشی کی۔ اور نہ صرف تمام عرب میں آپکے خلاف آتش حسد ہی بھڑکائی۔ اور نہ صرف بخوف جان اسلام قبول کیا۔ بلکہ ارباب جہالت عرب کی ایک بڑی جماعت کیساتھ شب ہجرت آپکا تعاقب بھی کیا تھا۔ شامل تھا۔

ان کے بعد وُہ عمرو بن العاص سفیر کافران قریش مکہ جسنے نجاشی شاہ حبشیہ کے دربار میں مہاجرین کو بطور مفرور شدہ مجرمین کے حاصل کرنیکی درخواست پیش کی تھی۔ اور آگے چلکر بحالت کلمہ گوئی۔ نیزے اور قرآن کی ایک گہری سازش کا مرتکب ہوگا۔ دوسو آدمیونکے ساتھ۔

جنگ اُحد میں کافران قریش کا کمانیر، خالد بن ولید۔ اور اُسکے ساتھ عمر بن مسعود سفیر کافران قریش مکہ، معہ سہیل بن عمر۔ معاہد حدیبیہ، اور پھر معاویہ بن ابوسفیان جسنے آپ کے اسم مبارک محمد صلعم کے ساتھ رسول اللہ عہدنامہ میں لکھے جانے پر اُسکو چاک کر دیا تھا؛ ستر آدمیونکو لئے۔ اور زاں بعد ابوسفیان غیر مہذب شاعر، جو حضور صلعم کی ہجو تما اشعار خانہ کعبہ کی دیوار پر چسپاں کرتا رہا۔ اپنے قبیلہ کے پچھتر آدمیوں کے ہمراہ۔ اور پھر عمر بن حارث طفیل بن عمر دوسی" جو منجانب کافران قریش۔ آپکے وعظ کو بند کرنیکا ذمہ وار تھا؛ ایک بڑی جماعت ہے ایک بڑی جماعت سے۔ اور عبد یالیل بن کعب ثقفی مشہور کاذب، جسکی طرف سے بچے حضور صلعم پر سنگ باری کرنیکے لئے مقرر تھے۔ اپنے قبیلہ کعب کی سرداری سے۔ اور پھر بریدہ ابن الحفص اسلمی خاندان غسان کا مشہور سرغنہ" جو

منجانب کافران قریش۔ سو شتر مرغ کے انعامی وعدے پر ایک کافی جماعت سے حضور صلعم کی گرفتاری پر مامور ہوا تھا۔ قبیلے کے ڈیڑھ سو آدمیوں کیساتھ" اور سعد بن حارث دوسی سرغنہ ارباب جہالت مکہ" جو تھوڑے ہی سے دنوں کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت اُولیٰ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوا اپنے زیر اثر قبائل سے کہنے والا ہے کہ ایہا الناس! محمد (صلعم) مر گئے۔ اور حدیث من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ کو اپنے ساتھ لیگئے۔" آج اپنے پانچسو آدمیوں کے ساتھ علیؑ کی بیعت کرتا آتے اور مروان بن الحکم ٹھیکہ دار خار مغیلان، جسنے آمد و رفت مقامات حضور صلعم پر خاروں کے فراہم کرنیکا ٹھیکہ لیا تھا۔" تنہا اور اس کے پیچھے عبداللہ بن سلام قبیلہ خجاع کا ایک نڈر سردار، جو حضور صلعم کے محاصرہ پر مامور تھا۔ سو آدمیونکی جماعت سے۔ اور حکم بن العاص۔ اور عتبہ بن الحصین، وعتبہ بن محیط۔ نظر بن الحارص، دہیہ بن خلف طلحہ بن عدی۔ اور ابن عبطلہ محاصرین دولت سرائے شب ہجرت حضور صلعم پانچسو آدمیوں کے ہمراہ اور اس جماعت کے بعد۔ سراقہ بن مالک، اور یزید بن الحصید لتعصب کنندگان حضور صلعم دو سو آدمیونسے۔ ان کے بعد طلحہ بن عبداللہ اور زبیر بن عوام، جنہوں نے منجانب ابو جہل مقدس اسلام کی رُوحانیت اور اُسکی اشاعت میں رُکاوٹیں کیں۔ اور آگے چلکر اپنی قدیمی جہالت کا ثبوت دینے والے ہیں۔ تین سو آدمیونکی سرداری میں اور پھر سراقہ بن وہب، بریدہ بن عمر، وحشی قریشیوں کے سردار۔ کما نیر جماعت ابو سفیان بڑی جماعت سے۔ ان کے بعد زیاد بن سمیہ اور عتبہ بن ربیع۔ ابو ہریرہ۔ مسلم بن عقبہ۔ رہزن۔ چار سو آدمیوں کے ہمراہ مکہ معظمہ کے عمائدین اور رُوسائے افراد کے بعد قبائل طے بہ سرپرستی عدی بن حاتم روانہ ہوتے ہیں۔ اُنکے بعد دوسرا قبیلہ طے زید بن خیل کے ساتھ اُسکے پیچھے قبیلہ کندہ

کے افراد شعث بن قیس کے ساتھ۔ اور قبائل سعد خیام بن ثعلبہ کو لئے اور قبائل اشعر واز وجن فرار بن عبداللہ کی سرپرستی میں ان کے بعد قبیلہ ہمدان کا بڑا گروہ عبداللہ بن ضحاک کے ساتھ اور قبیلہ طارق طارق بن عبداللہ کی ہمراہ۔ اور قبائل بجیب عبداللہ بن قیس کی سرکردگی میں۔ اور قبیلہ بنی فزارہ حارجہ بن حصین کو لئے۔ اور قبائل اسد الصبہ ممید کی سرداری میں۔ اور قبیلہ مخزوم عمر بن حارث کے ہمراہ اور بنی عذرہ حمزہ بن نعمان کے ساتھ اور بنی ذی مرہ حارث بن عوف اور بنی سلامان خیب بن حمر کو لئے اور بنی عبس خالد بن سنان کی ہمراہ اور قبیلہ حجر سوید بن حارثہ کے ساتھ اور قبیلہ بنی ہمدان لقیط بن عامر اور بنی مرہ حارث بن ثمرہ اور قبائل ذات العراق زرقہ بن عمر اور بنی ذوالکلاع لقیط بن عامر وغیرہ وغیرہ اُن معزز مسلمانونکے بعد جن کے دل اور جنکی زبانیں نبوت اور امامت کی عظمت و بزرگی کو اپنے دائرۂ اسلام میں داخل ہونیسے پہلے قبول کرچکیں تھیں۔ اور جنکی نظریں اُنکے مدارج و مراتب کو جانچ چکی تھیں۔ آج عقیدتمندی کا پیش خیمہ لئے اور مقدس اسلام کا نمونہ بنے ہوئے یکے بعد دیگری امیرالمومنین علیہ السلام کی بارگاہِ امامت میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور اپنی سچائی راسخ الاعتقادی ایمانداری اور پابندی کے ثبوت میں مبارکبادی کی آوازیں بلند کرتے ہیں۔

اُنکی اس تہنیت اور پے در پے نعرہ اللہ اکبر کی آوازوں نے کچھ اس کھلے ہوئے میدان کے چاروں طرف ہی نہیں۔ اور کچھ دور دور دور کی پہاڑی چوٹیوں پر ہی نہیں۔ بلکہ اُنسے کہیں زیادہ بلند بلند مقامات عالم ہائے ملکوت و جبروت کی ایک خاص مصروفیت اور مشغولیت تسبیح و تہلیل پر بھی گہرا اثر ڈالا

جس کو سنکر وہ چاہتے ہیں کہ کچھ کہیں لیکن ہزارہا سال پہلے کی اُنکی گذارش۔ "اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک قال انی اعلم ما لا تعلمون" کا جواب ملچکا تھا۔ اب کہتے تو کیا کہتے۔

غرض سرزمین عرب کے ہزاروں قبائل نے آج اُس ذات اقدس علی علیہ السّلام کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اور علیؑ علیہ السّلام ھذا مع القرآن والقرآن مع علیؑ کو اپنا امام بنایا۔ جسکو قدرت ربّانی اپنے مقدس کلام میں جگہ جگہ موقعہ بہ موقعہ اور نئے نئے لفظوں اور طرح طرح کے فقروں سے یاد فرماتی ہے۔ ہم اُن آیات مقدسہ کو حسب ذیل درج کرکے اپنی اس کتاب کو زینت دیتے ہیں۔

تیسرا دور

قرآنی آیات مقدسہ اور احادیث حضور صلعم اور شانِ علیؓ

پہلی آیۃ۔ فَمَنْ حَاجَّکَ فِیْہِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَہِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ دوسری آیۃ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ط تیسری آیۃ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا ط چوتھی آیۃ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْہُمْ ذُرِّیَّتُہُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِہِمْ پانچویں آیۃ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِہِمْ خٰشِعُوْنَ" اور "اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ھُمْ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ چھٹی آیۃ وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّصِہْرًا ط وَکَانَ رَبُّکَ قَدِیْرًا ساتویں آیۃ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ آٹھویں آیت وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا" اور "اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا نویں آیۃ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَہُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّہَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً" فَلَہُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّہِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ دسویں آیۃ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰکُمْ صَدَقَۃً ط گیارہویں آیۃ۔ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰکُمْ صَدَقٰتٍ فَاِذْ لَمْ

تفعلو وا تاب اللہ فاقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واطیعوا اللہ ورسولہ واللہ خبیر بما تعملون بارہویں آیتہ یاایہا الرسول بلغ ما انزل الیک اور فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ اور واللہ یعصمک من الناس تیرہویں آیتہ قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا چودھویں آیتہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا پندرہویں آیت فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون سولہویں آیت ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا۔

ص۱ سورہ آل عمران آیتہ مباہلہ در تفسیر در منثور و دلائل - جواہر الاخبار، مشکوٰۃ، جامع الاصول
ص۲ در تفسیر کبیر۔ و تفسیر نیشاپوری۔ و تفسیر ثعلبی۔ نزول آیات از حافظ ابونعیم و مسند احمد بن حنبل صنعانی در فضائل از ابن عباس وغیرہ
ص۳ از ابن حجر عسقلانی۔ و شرح صحیح بخاری۔ و ثعلبی از ابوسعید خدری۔ و از ام المومنین ام سلمی
ص۴ از تفسیر کبیر۔ و حق الیقین۔ و جواہر الاخبار ص۵، در صواعق محرقہ و کتاب فضائل۔ و کتاب غایتہ المرام ص۶ در کتاب معارج الحجرین از حافظ ابوالفرج و کتاب موخر در فصل خلفائے اربعہ و از علامہ نیشاپوری و از انس بن مالک وغیرہ ص۸ در تفسیر ثعلبی و حافظ ابونعیم و احمد بن حنبل و امام غزالی در کتاب سر العالمین ص۹ تفسیر ثعلبی و کتاب محمد علی مغازلی و صواعق محرقہ ص۱۰ کتاب حلیۃ الاولیا و صواعق محرقہ ص۱۱ تفسیر ثعلبی و جمع بین الصحاح الستہ ص۱۲ از خطب خطبائی۔ و ابن مغازلی شافعی و ابن جریر۔ و علامہ سیوطی تفسیر در منثور و حافظ ابونعیم و موفق بن احمد وغیرہم ص۱۳ از زید بن ارقم و ابی طفیل۔ تفسیر ثعلبی۔ از ابن عباس و جابر بن عبداللہ کتاب ترمذی ص۱۴ مسند بن حنبل و عبداللہ ابن بردہ مشکوٰۃ و دلائل ص۱۵ از منثور و دلائل و کتاب حق الیقین و کتاب فتح الباری
ص۱۶ تفسیر در منثور و ثعلبی در تفسیر مشہور از ابن عباس۔

الغرض اسی طرح قران مجید میں ساٹھ آیاتِ ربانی نازل ہوئی ہیں جنکو بخیال طوالت چھوڑنا پڑا۔ اگر وقت نے مہلت دی تو ہم آئیندہ ضرور کسی صحبت میں ناظرین گرامی کی خدمت میں پیش کرنیکے لئے کوئی کوتاہی نہ کرینگے۔ لہٰذا ہم ان چند ہی آیاتِ مقدسہ کو مختصراً پیرایہ میں قلم بند کر رہے ہیں۔ اور یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ وہ علیؑ جنکے حق میں یہ فیصلہ سنایا گیا۔ کہ علیؑ مجموعۂ قرانِ ہے اور قران مجموعۂ الصفات علی ہے یا بقول صاحب موالات۔ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عَلِیٌّ مَعَ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِیٍّ۔ لَا یَتَفَرَّقَانِ حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْض

فرمان حضور صلعم اور شانِ علیؑ

ہمارا خیال ہے کہ یہ قرانی آیاتِ مقدسہ جنہیں ہم اوپر درج کر آئے ہیں۔ اس وقت کے بھرے مجمع کے بالخصوص اُن منافقین کی شرم اور غیرت دلانے کیلئے کافی ہیں۔ جو بظاہر مسلمان اور بباطن تمام تر منافق تھے۔ اور افسوس جنہیں آئیندہ ملکی فتوحات کی کثرت اور مال غنیمت کی فراوانی یقیناً اندھا بنا دیگی۔" قدرت کے پے در پے اظہارِ فضیلت کے بعد ہم حضور صلعم کی اُس فصاحت و بلاغت کو دیکھتے ہیں۔ جو بکثرت طریقوں اور طرح طرح کی صورتوں سے جناب علی کے کام میں لائی گئی۔ ان اسنادِ قرانی کے بعد ہم اُن سرٹیفکٹونکو اور درج کرتے ہیں۔ جو بارگاہِ نبوت اور راسخ الاعتقاد نامہ نگاروں کی طرف سے وقتاً فوقتاً ہمارے ملجا و ماویٰ آقائے نامدار، گردوں وقار، کامگار والاتبار، مالک ذوالفقار، صاحب دُلدل سوار حیدر کرار حضرت علی علیہ السّلام کو صادر ہوتے رہے۔ یہی مجمع ہے اور یہی میدانِ غدیر ہے۔ اور علی وہی علی ہیں۔ جنکے فرقِ مقدس پر طرۂ ھَلْ اَتٰی قمر درخشاں اور کواکب تاباں کی طرح آج چمکتا دکھائی دے رہا ہے۔ ہم

کتابِ فضل ترا آب بحر کافی نیست
کہ تر کنم سرِ انگشت و صفحہ بشمارم

کو مدنظر رکھتے ہوئے چند احادیث ذیل میں درج کرتے ہیں۔

پہلی حدیث اَنتَ مِنّی وَاَنَا مِنکَ (۲) اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔ (۳) اَنَا دَارُ الحِکمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا (۴) اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا مَن اَرَادَ العِلمَ فَلیَاتِ مِن بَابِھَا (۵) افضاھم علیُّ بن ابی طالب (۶) مَن کُنتُ مَولَاہُ فَعَلِیٌّ مَولَاہُ (۷) اَنَا مِن وَعَلِیٌّ مِن نُورٍ وَاحِدٍ (۸) یَا عَلِیُّ اَخِی فِی الدُّنیَا وَالاٰخِرَۃِ (۹) اِنَّ ھٰذَا مِنّی وَاَنَا مِنہُ (۱۰) اِنَّ عَلِیًّا اَوَّلُ النَّاسِ بِکُم بَعدِی (۱۱) لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ اَن یُجنِبَ فِی ھٰذَا المَسجِدِ غَیرِی وَغَیرُکَ یَا عَلِیُّ (۱۲) عَلِیٌّ بَابُ حِطَّۃٍ مَن دَخَلَ مِنہُ کَانَ مُومِنًا وَمَن خَرَجَ مِنہُ کَانَ کَافِرًا (۱۳) اَنتَ مِنّی بِمَنزِلَۃِ ھَارُونَ مِن مُوسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعدِی (۱۴) مَا نَزَلَ مِنَ القُراٰنِ فِی عَلِیٍّ (۱۵) فَمَن کُنتُ مَولَاہُ فَعَلِیٌّ مَولَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَن وَالَاہُ وَعَادِ مَن عَادَاہُ (۱۶) عَلِیٌّ خَیرُ البَشَرِ مَن اَبٰی فَقَد کَفَرَ (۱۷) عَصَبنَا اللّٰہُ نَا بَاھُم مِنَ العَصَبِیَّہِ وَالعِنَادِ ہٰذَا فَا اِلٰی سَبِیلِ الرَّشَادِ (۱۸) اَنَا الصِّدِّیقُ الاَکبَرُ وَاَنَا الفَارُوقُ الاَکبَرُ اَلاَوَّلُ اَسلَمتُ قَبلَ اِسلَامِ النَّاسِ وَصَلَّیتُ قَبلَ صَلٰوتِہِم (۱۹) ثُمَّ فَتَقَ نُورَ اَخِی عَلِیِّ ابنِ اَبِی طَالِبٍ فَخَلَقَ مِنہُ المَلٰئِکَۃَ وَالمَلٰئِکَۃُ مِن نُورِ عَلِیٍّ وَنُورُ عَلِیٍّ مِن نُورِ اللّٰہِ وَعَلِیُّ ابنُ اَبِی طَالِبٍ اَفضَلُ مِنَ المَلٰئِکَۃِ ط (۲۰) قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ اَنَا مِیزَانُ العِلمِ وَعَلِیٌّ کَفَّتَاہُ (۲۱) یَا عَلِیُّ اَنتَ بِمَنزِلَۃِ الکَعبَۃِ۔ تُوتٰی وَلَا تَاتِی فَاِن اَتَاکَ ھٰؤُلَاءِ القَومُ وَسَلَّمُوھَا فَقبَلھَا (۲۲) اَلرَّاۤدُّ عَلَینَا الرَّاۤدُّ عَلَی اللّٰہِ ط

تبلیغ و تکمیل احکام الٰہی

اب حضور صلعم کی لگاتار جاں فشانیوں، جاں کاہیوں، اور وسیع و بلیغ کوششوں سے احکام الٰہی کی تکمیل بھی ہو چکی۔ اور مقدس اسلام کے نیر اقبال کو عین عروج اور لازوال کمال عزو شرف بھی حاصل ہو چکا۔ دین الٰہی اور آفتاب شریعت

رسالت پناہی کی نورانی شعاعیں مشرق سے مغرب تک جلوہ گری بھی کر چکیں۔ عرب و عجم، روم و شام اور قریب قریب بلادِ شرقیہ و غربیہ کے انسان مشرف بہ اسلام بھی ہو چکے۔ اور ان سب واقعات کو حضور صلعم بچشم خود ملاحظہ فرما کر اپنا اطمینان بھی کر چکے۔ اور خدائے بزرگ و برتر کیطرف سے خوشنودی و اظہارِ رضامندی کی ایک مبسوط اور مستند سند بھی عطا ہو چکی۔ اور آپ بخیریت تمام مدینہ منورہ بھی تشریف لا چکے۔

ہمارا عالم خیال!

اگر اب دیکھنا یہ ہے کہ آپکی اس باثر اور مبارک زندگی میں عرب جاہلیہ عرب نے کس عقیدتمندی سے اظہارِ حلقہ بگوشی کیا۔ اور کس حد تک آپکی ذاتِ اقدس کو غنیمت سمجھا۔ اور کس خلوص نیتی سے آپکا کلمہ پڑھتے ہوئے آپکے جملہ احکام اور بالخصوص تبلیغ احکام غدیریہ میں سرگرمی دکھائی۔

اربابِ مذاق کا جواب

ہم خاموش ہیں۔ اور اسی فکر میں ہیں کہ کہیں سے قابلِ اطمینان اور تسلی بخش جواب ملے۔ اگرچہ اربابِ ناخن دراز نامہ نگار، آپکے دورانِ کارِ رسالت میں آپکو بھی بڑی بڑی رکاوٹوں، سخت ترین مصیبتوں اور بیحد مشکلات کا سامنا کرنا بیان کرتے ہوئے اربابِ جہالت عرب کی قدیمی کینہ وری، بے حیائی، بیوفائی، اور بالخصوص انکے بدترین خصائل سے چشم پوشی فرما کر آج انکی کامل الایمانی، راسخ الاعتقادی اور فرمانبرداری کی بہت بڑی قسم کھا رہے ہیں۔ مگر ان معزز اربابِ مذاق کیساتھ ساتھ معزز لیڈران اسلام بھی کانوں پر ہاتھ دھرتے ہوئے ہمیں نظر آتے ہیں جنہوں نے انکی اس صدا کو دیوانو کی بڑ سے زیادہ باوقعت نہیں سمجھا۔ اور صاف صاف کہدیا کہ ہرگز نہیں۔ جاہل عربوں نے دائرہ اسلام میں داخل ہونے پر بھی۔ اپنے

پیغمبر محمدؐ صلعم کو مصائب و آلام کا ایک پتلا بنا دیا تھا۔ اور حضور صلعم کی بالکل اُس شخص کی سی حالت تھی۔ جس کا خون قانونی معاف کر دیا گیا ہو جس کا جی چاہے مار ڈالے۔ اُن لوگوں نے وقت وقت اور موقع موقع کے بھیس بدلے اور ہر رنگ میں اپنی شخصیت اور اغراض و مقاصد اور مصلحت الوقتیوں کو مدنظر رکھا اور اپنے پیغمبر کو کبھی اور کسی حالت میں اچھا نہیں سمجھا۔ بارہا اُسکی نبوت اور رسالت میں کھلے کھلے لفظوں سے شکوک کا اظہار کیا۔ بسا اوقات اُنکو ہزیان اور مجنونیت کا اتہام لگایا۔ اکثر حملوں اور نازک نازک خطرناک موقعوں پر دشمنوں میں تنہا چھوڑا۔ کئی دفعہ کی حالت گرسنگی اور تشنگی میں کوئی امداد نہیں دی۔ جلسوں، میلوں، اور بڑے بڑے مجموعوں، مضحکہ انگیز اور تمسخرانہ پن سے اُنکی توہین کی۔ اور یہ تو اُن لوگوں کا عام مذاق تھا۔ کہ اُنکی اولاد کو (جو صرف ایک ہی لڑکی تھی) اُسکے جائیز مطالبہ سے محروم رکھا۔ حسب عادت قدیم بے رحمی سنگدلی، مکاری، دغابازی، بے حیائی اور کینہ وری کا برتاؤ کیا۔ اور یہ کتنے حیرت اور تعجب کی بات ہے۔ کہ اُنکی وفات کی خبر سنکر اُنکی تجہیز و تکفین سے دانستہ اجتناب کیا۔ اور اپنے مفید اغراض و مقاصد کی کامیابی میں اُلجھ گئے۔ اُن کا کمینہ پن یہ کتنا روشن ہے۔ کہ محمدؐ صلعم، کے دفن کے بعد اُن کے داماد سے (جو علیؓ ابن ابی طالب تھا) قبر کھود کر نماز پڑھنے کے اصرار میں سختی سے پیش آئے جسے اُنکو مار کر بھگا دیا۔

یہ نوجوان علیؓ ایسا شخص تھا۔ ضرور ہے کہ ہر شخص اُسکو پسند کرے اور بہت سی باتوں سے "جو ہمیشہ اُس سے ظہور میں آئیں" یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک صاحب اخلاق فاضل اور محبت سے بھرپور اور ایسا بہادر شخص تھا۔ کہ جسکی آگ جیسی تند جرأت کے سامنے کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی تھی۔ اس شخص کی طبیعت میں کچھ

عجیب طرح کی جوانمردی تھی۔ شیر سا تو بہادر تھا۔ مگر باوجود اس کے مزاج میں ایسی نرمی، رحم، سچائی اور محبت تھی۔ کہ جیسی ایک عیسائی دیندار جوانمرد کے شایاں ہے۔ یہ نامور خلیفہ بلحاظ اپنی ہمت، جرأت، طبیعت، خصلت، پاکدامنی، عفت، فہم فراست، اور علم کے نہایت عظیم المرتبت لوگوں میں سے تھا۔ جو اُمت اسلامیہ میں کبھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ ہاں بہت بڑی تصدیق حضرت محمد (صلعم) کے صدقِ نیت اور حقیقتِ مذہب کی یہ ہے کہ سب سے زیادہ راسخ الاعتقاد۔ کامل الایمان، اور سابق الاسلام حضرت محمدؐ کے گھر کے لوگ اور وُہ لوگ ہوئے۔ جو حضرت محمد (صلعم) سے بہت ہی گہرا ذاتی تعلق رکھتے تھے۔ اور حضرت کے تمام حالت سے بخوبی واقف تھے۔ اگر حضرت کی صداقت میں ذرہ بھر بھی کسی بات سے وہم یا شک پاتے۔ تو ہرگز ایسے راسخ الاعتقاد نہ ہوتے۔ کہ دین کی خاطر اپنی جانوں کو معرض خطر وہلاکت میں ڈالتے۔ یہ لوگ حضرت کے برابر رہتے تھے۔ اُنکی حرکات وسکنات کے نگراں تھے۔ خصوصًا اُنکی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ اور اُن کے عم زاد بھائی حضرت علیؓ حضرت صلعم کی رسالت کا اعتقاد کامل، اور یقین واثق رکھتے تھے۔ اور سب سے زیادہ وفادار اور سچے پیرو تھے۔ اگر یہ لوگ ذراسی بھی علامت دنیاداری یا کمزوری کی۔ اپنے پیغمبر محمد (صلعم) میں پاتے تو اُنکو "جو تہذیب اور اخلاق واصلاح، بنی آدم کی اُمیدیں تھیں۔ وہ سب دم بھر میں خاک میں مل جاتیں۔ اُنہوں نے آپ کے خاطر کیا کیا مصائب وصدمات اُٹھائے۔

علیؓ ابن طالب کے سابق الاسلام ہونیکا ثبوت خود اُن کا یہ قول ہے کہ "میں خدا کا بندہ ہوں۔ رسول کا بھائی ہوں۔ اور میں اسلام میں صدیق اکبر ہوں۔ میرے بعد سوائے کاذب مفتری کے یہ لقب کوئی اختیار نہیں کریگا

میں نے رسولؐ کیساتھ لوگونسے سات برس پہلے نماز پڑھی ہے۔

حج کی اہمیت پر نظر غور

حج اکبر آپکی جلیل القدر کامیابیوں کا ایک بیش بہا نمونہ تھا جسکو ارباب مذاق نے بھی اپنی غور وخوض کی ڈوبی ہوئی نظروں نہیں جانچا۔ مگر اب وُہ ارباب تشددّ کیطرح اس حج کی اہمیت پر خاموش نہ بیٹھے۔ اور انہیں کہنا پڑا۔ کہ حضور صلعم کارِ رسالت میں یہ حج اور اُس کے متعلق تمام واقعات انتہائی مدارج و مراتب کی فضیلت رکھتے ہیں۔ اگر ان کے اظہار میں تامّل یا کچھ کمی ہوتی تو یقیناً مقدس اسلام کی غرض میں اتنی کمزوری رہجاتی کہ گویا آپنے کوئی کام رسالت کا انجام ہی نہیں دیا۔

حضرت موسیٰ کا زمانہ اور ایک نئی مثال

آج سے صدہا سال پہلے بقول صاحب شہید اعظم۔ حضرت موسیٰ نے اپنے آخیری وقت میں مقام شسشم کو وداعی تقریر، اور اپنی ہدایت کی تصدیق وغیرہ کیلئے چنا تھا۔ جسکے ایکطرف کوہ آبل، اور دوسریطرف کوہ گریزیم تھا۔ اسرائیل کے چھ چھ قبیلے ایک ایک پیر کھڑے تھے۔ اور اپنے ہادی کے قول کے جواب میں آمین کہہ رہے تھے۔ حضور صلعم نے گوارا نہیں فرمایا۔ کہ اپنی زندگی میں مسلمانونکے مجمع کو دو حصوںمیں تقسیم کرتے جوکہ یہ چوٹا اور اسرائیل کی حکومتونکی پیشینگوئی ہوتی۔ صرف تنہا رسولؐ تھے جو فرما رہے تھے۔ اور خم کی گھاٹیونمیں مسلمانونکا ایک جسم تھا۔ جو سخت دھوپ میں اپنے ہادی کے اُولیٰ ہونیکا اقرار کر رہا تھا۔ اور اپنے رسولؐ مقنن اور جامع قوم کی زبان سے نہ صرف یہ سن رہا تھا۔ کہ جس کا میں مولا ہوں۔ اُسکا علیؑ مولا ہے" بلکہ اس کے علاوہ دوسری لفظونمیں ایک مرکز پہچان رہا تھا۔ کہ میں تم میں دو امرعظیم چھوڑے جارہا ہوں۔ ایک قرآن (مجموعہ قوانین) دوسرے میری

چوتھا دور

قرآن کیا چیز ہے اور علی کون ہیں؟

ہمیں اسکی ضرورت نہیں کہ ہم دوسرونکی تقلید کریں۔ اور مبالغہ آمیزی کیساتھ بتائیں کہ علی کون تھے۔ کیونکہ قرآنی اور احادیثی فقرے اور برجستہ اقوال گرامی ناظرین ہمارے پچھلے اوراق میں ملاحظہ کر آئے ہیں۔ اور آگے چلکر بھی دیکھینگے خصوصاً وہ حدیث جسکو ہم ابھی ابھی اوپر درج کر چکے ہیں علی مع القرآن والقرآن مع علی۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ مقدس قرآن جو علیؑ کے ساتھ ساتھ ہے۔ کیا چیز ہے۔ اسکے لئے معزز نامہ نگار ریاض کا وہ رسالہ جو "اسلام اور اُس کے شارع مقدس کی بعض خصوصیات حصہ اول" کے نام سے ہے پڑھو۔ نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ یہی قرآن ہے جو منزل من اللہ ہے۔ یہ قول یا کلام رسول نہیں بلکہ کلام خدا ہے۔ جسے خدا نے اپنے اُس عظیم الشان قانون کے ذریعہ سے جو "الہام یا وحی کے نام سے مشہور ہے۔" آنحضرت پر نازل فرمایا۔ اگرچہ اسکی ترتیب موافق تنزیل نہ ہو۔ یا شرح و تفسیر میں اختلاف ہو۔ شرح و تفسیر کا اختلاف فطری ہے۔ جبکہ عقول انسانی اور ہر ایک کا درجہ علم و نظر یکساں نہیں ہے۔ اور مطلب سمجھنا ہے ایک ایسی کتاب کا جو ابد تک آخری کتاب ہونیکی مدعی ہے۔ اور ایک قائم تحدی کر رہی ہے فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ [1] قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ [2]

---

[1] ایک سورت اسکی مثل لاو۔ [2] کہدے اے رسولؐ اگر تمام جن والنس اس قرآن کا

وَالْجِنُّ عَلٰۤی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۔

یہی نامہ نگار "آج تک قرآن کا مثل نہیں ہوا" ثابت کرتا ہے کہ توریت میں اضافہ ہوا۔ انجیلیں نہ ایسی جو کسی وقت تک چالیس پہنچ گئی تھیں۔ (دیکھو حیات مسیح رز کا سیٹی ڈی رنیلیس مطبوعہ ریشنل پریس) ڈی نوبلی نے جنوبی ہند میں یورپ کا برہمن بنکر ایک وید بنادی (چند سال قبل کے ایڈین اینٹی کویٹری) پورانوں ویدوں یا مہابھارت یا بھگوت گیتا میں وقتاً فوقتاً اضافہ ہوتا رہا۔ لیکن سبعہ معلقہ پر فخر کرنیوالے فصحائے عرب اور ابن ابی العوجہ اور اسکے ہمخیال، نہیں بلکہ اسوقت تک کے بے شمار مسیحی معترضین ایک چھوٹا سا سورہ نہ لا سکے۔ بالاجمال یہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ قرآن نہ صرف معجزہ ہے بلکہ معجزوں کا خزانہ ہے قرآن کے حیرت انگیز دعوے پر غور کرو۔ صـ۳ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا اور پھر ایسی ہی مثال دوسری ہے۔ کہ صـ۴ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ مسلمانوں کی تاریخ میں کاتبان وحی کے نام لکھے ہیں۔ بلکہ یہاں تک مرقوم ہے۔ کہ کسی نے تحریر میں خیانت کی۔ اور وہ اپنے فرض سے سبکدوش کردیا گیا۔ خیانت کی گرفت ہونا اس کا ثبوت ہے۔ کہ یہ دیکھا جاتا تھا کہ کلام اپنی صورت اصلی میں ہے یا نہیں۔ مبارک ہیں وہ جھلیاں اکھجور کے پتے، جنہوں نے اس ماخذ نور اور چراغ ہدایت کو اپنے سینوں میں رکھا۔ قرآن نہ صرف تحریراً محفوظ تھا۔ بلکہ زمانہ آنحضرت سے لوگوں نے اپنے حافظہ میں محفوظ کرلیا تھا۔ اور آنحضرت سے قرات سیکھی تھی۔ جنگ یمامہ میں جو ۱۱ھ میں ہوئی اسقدر حافظ تھے کہ کئی سو حافظ شہید ہوئے۔ ان کے قتل کے بعد قرآن کے جمع کرنیکا خیال ہوا۔ اور ۱۳ھ میں

مثل لانا چاہیں۔ تو نہ لاسکینگے۔ اگرچہ بعض بعض کی مدد کریں۔ صـ۳ کیا تم قرآن پر غور نہیں کرتے اگر یہ خدا کے علاوہ کسی کی طرف سے ہوتا تو تم اسمیں اختلاف کثیر پاتے۔ صـ۴ ہم نے قرآن نازل کیا اور ہم اسکی محافظ ہیں

کتابی شکل میں آگیا۔ اگرچہ اسکی اشاعت چند سال تک ملتوی رہی۔
ہمیں اس پر ناز نہیں کہ یہ قرآن مسلمان بادشاہوں، شہنشاہوں اور امراء
کیلئے کس طرح مُطلّا اور مُرصّع ہوا۔ اور کس احتیاط سے لکھا جاتا رہا۔ اور یہی ایک
چیز تھی جو ایسے بڑے لوگوں کو تحفہ دینے کے قابل تھی۔ بلکہ اس پر فخر ہے کہ کتابٌ
انزلنٰہ الیک لتخرج الناس من الظلمٰت الی النور یا اِنّ ھٰذا القرآن یھدی
للتی ھی اقوم۔ یہی رسالہ ہے جو نزول قرآن کی نوعیت میں کہ رہا ہے۔ کہ قرآن مجید
کو اس نظر سے نہ دیکھنا کہ وہ اسکول یا کالج کا کوئی انعامی مضمون ہے۔ یا کوئی کتاب
ہے جو کسی مقصد خاص کے ثابت کرنیکے لئے لکھی گئی ہے۔ اور اس لئے سلسلہ،
نظم، ترتیب، مضامین، تمہید، صغریٰ، کبریٰ اور نتیجہ کے قیود میں گرفتار ہے قرآن
کی تھوڑی تھوڑی آیتیں وقتاً فوقتاً اُن ضروریات کیلئے نازل ہوئی ہیں۔ جنکی انسانکو
اپنی حیثیات قومی اور تمدنی میں ضرورت ہوا کرتی ہے۔ کبھی اخلاقی، کبھی معاشرتی کبھی
قانونی، کبھی ملکی، کبھی عبادت کیلئے، کبھی کسی امر کے تصفیہ کیلئے، کہیں کچھ قصص ہیں۔
قصہ خوانی کیلئے نہیں بلکہ اُنسے گہرے اخلاقی اور خصائل ساز نتائج اخذ کرنیکے لئے
اسلئے سلسلۂ ترتیب طلب کرنا ایسا ہے جو ہو ہی نہیں سکتا۔ قرآن کی مختلف النوعی
پر خالص، سادی اور فطری شان ہمیں آورد کے بناؤ سنگار سے زیادہ پسند ہے۔
آمد رسیل، تصنع کی نفرتی شان نہیں۔ بلند آہنگی، لحن دلکش، ہدایت کا مترنم طریقہ
کہیں ناصح امین کا انداز کہیں وہ ہیبت انگیز شان کہ بند بند کانپ جائیں۔ کہیں شیریں
دوستانہ شکایتیں، کہیں صداقت ریز استفہام، کہیں باتوں باتوں میں حقائق
اصلیہ کو منکشف کر دینا۔ افحسبتم انما خلقنٰکم عبثاً و انکم الینا لا ترجعون
یا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ اسکی لحن کی عظمت، مضامین کی
بزرگی اور خصائل سازی پر غور کرو۔ خصوصاً جب یہ اعتقاد ہو کہ تمہارا خالق تمہیں پوچھ

رہا ہے۔ یا بتا رہا ہے (اللہ اکبر) کہیں جنت و نار کی بشارت و نذارت، کہیں
ایک ایک لفظ میں مشکل ترین مسائل کا بہترین حل، جس پر عقلا ہارنے صدیوں سر مغزن
کیا۔ کہیں آئندہ کا معنی یقین، شک و شبہ نہیں۔ سند، حکم قطعی، تصفیہ، کہیں تاکید
اور کہیں اطمینان و دلجمعی، پھر معاد کے ایسے مسئلہ کے متعلق فرماتا ہے۔ اَوَلَمْ
یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ۔ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ
خَلْقَهٗ ۔ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ تا آخر آیۃ
اللّٰهُ الصَّمَدُ ۔ وہ فرماتا ہے کہ بیشک ہم پیدا کر سکتے ہیں۔ اور ہمارے پاس ہی تم
لوٹو گے۔ بھاگو اگر کہیں بھاگ سکو۔ نہیں بھاگ سکتے۔ تو عجز و نیاز، توبہ انابت، ہم گنہگار
تو غفور، ہم گناہ کیلئے، تو رحمت کیلئے۔ تیری درگاہ پر سر جھکاتے ہیں۔ تو ہی بخشدے
اور توفیق خیر عطا کر۔

یہ سب طبیعت کی فطری روش ہے۔ اور جب انسان اس روش پر آ گیا۔
تو تنبیہ اپنا کام کر چکی۔ خصائل کی درستی ہو گئی۔ منازل اعلیٰ کیطرف ترقی ہوتی رہیگی۔
اور اس چراغ سے بہت سی لویں نکلینگی۔ اس سے آگے چلکر یہی قرآن انسان کے
درجہ کو بلند کرتا ہوا معراج الکمال پر پہنچاتا ہے ”اُف اے اُن مقامات کی شان عظیم
جہاں انسان کو مخاطب کیا ہے۔ وہی جسکی ہدایت کیلئے قرآن نازل کیا گیا۔
حق و باطل میں امتیاز کرنیوالا، انسان بھی تمام حیوانات میں سے اسی صفت میں
ممتاز ہے۔ اُسی کیلئے یہ قرآن ہے۔ یہی مخاطبہ، اور یہی لحن دلگداز تمام مذہب و
اخلاق کی جڑ ہے۔ قرآن نے انسان کا مرتبہ بلند کیا ہے۔ قرآن کا پیرو انسان اجرام
سماوی عناصر یا دیگر مخلوقات کی پرستش نہیں کر سکتا۔ ان چیزوں اور چارپائے
جانوروں کو، پارسیوں، یونانیوں، مصریوں اور ہندیوں کیلئے رہنے دو۔ مقصد
اور مقصود کائنات بننا ہو تو سنو۔ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ
فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَ
آتَاكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنسَانَ لَظَلُومٌ
كَفَّارٌ - یہی وہ قرآن ہے جسے حضور صلعم ہر ایک کے سامنے پیش کرتے تھے۔ اکثم
ابن صفا جو بڑا قابل آدمی تھا اور علماءِ عرب میں ایک سمجھا جاتا تھا۔ اس آیتہ مقدس
کو سنتا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ
الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ
وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ كَفِيلًا - إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ
اور کہتا ہے یہ تو خلاصہ اخلاق ہے۔ اور مسلمان ہو جاتا ہے۔ اسکو سنکر فصحائے عرب
انگشت بدنداں ہو جاتے تھے۔ چہرہ متغیر ہو جاتا تھا۔ رعب طاری ہوتا تھا۔ نظر آنے لگتے
تھے۔ پڑھو ولید بن مغیرہ کا حال، فصحا اور شعرا دور دور سے سننے آتے تھے پڑھو
ابو ذر غفاری اور ان کے بھائی کا حال۔ اور کوئی فصیح کہ اٹھتا تھا۔ کہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ
كَلَامُ الْبَشَرِ اور کوئی سبعہ معلقہ کا شاعر جو شعرا پر ناز کر سکتا تھا۔ قرآن مجید کو
اپنا حقیقی ناز سوز سمجھکر اقرار کرتا تھا کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے۔ یہ لبید کا حال ہے
اس حیرت انگیز اثر کو تم اس سے سمجھو گے۔ کہ مشرکین قریش دور دور سے آنے
والونکو سننے سے منع کرتے تھے۔ اور بعض کے متعلق تو یہ خبر ہے۔ کہ انہوں نے
کانونمیں ڈاٹ دے لی تھی۔ مگر اکثر تہ ڈاٹ نکلی تو پھر کان بند نہ ہوئے۔ لذت
کلام آگئی۔ کلمہ طیبہ زبان پر جاری ہو گیا۔ یہی قرآن ہے جو آجتک ہماری ضرورت کیلئے
کافی ہوا۔ اور اسکی جامعیت ہمیشہ کیلئے کافی ہو گئی۔ ریل، تار، ہوائی جہاز، بے
تار کی خبر، سیمی بخارات، سترہ انچہ کی توپ اور کتنی ہی ایسی چیزیں کیوں نہ
ایجاد ہوئیں۔ انسان وہی انسان رہیگا جو کبھی تھا۔ اسکی طینیت نہ بدلیگی۔ بلکہ

بلکہ تجربہ تو اس کا شاہد ہے۔ کہ انسان اپنی فطری حالت میں زیادہ نیک تھا۔ قران نہ صرف تیز گرم اور روشن لفظوں میں انسان کو تنبیہ کرتا ہے۔ بلکہ جو کچھ عام فلسفہ سے زیادہ اثر دار بات پیش کرتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک زندہ خدا انسانوں کے اعمالوں نکو دیکھ بھی رہا ہے۔ بے رُوح فلسفہ نگراں نہیں ہو سکتا۔ قران عمدہ اثر دار اور صاف طریقہ سے سنت اللہ کو سمجھاتا ہے۔ کہیں اسمیں ابہام نہیں ہے اور ساتھ ہی ساتھ کوئی ایسی کتاب نہیں ہے۔ جو قران سے زیادہ صفائی، خلوص، انسانی ہاتھ کی کاریگری سے۔ بلند۔ بے غل وغش اور مستحکم تاریخی بنیاد پر ہو۔ اور پھر قران کی زبان۔ قدیم سنسکرت، عبرانی، پالی۔ یا پہلوی کی سی مردہ زبان نہیں ہے۔ جس سے معنی سمجھنے میں دشواری ہو۔ بلکہ برّ اعظم ایشیا اور افریقہ کے بڑے حصہ کی زندہ اور زندہ قوموں کی زبان ہے۔

تم کہو گے کہ مسلمانوں نے قران کا اثر سمجھانیکے لئے۔ فصحائے عرب کے اسلام لانے اور اُسکی خوبیوں کے اعتراف کے قصہ گھڑ لئے ہیں۔ اچھا۔ گیٹی۔ جو مشہور جرمن ادیب شاعر اور فلسفی تھا۔ اُس کا قصہ ہم نے نہیں گھڑا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ قران ایک کتاب ہے۔ جسکی اُداسی سے انسان پہلے مُکدّر ہوتا ہے اس کے بعد اُسکی خوبیوں سے کھچنے لگتا ہے۔ اور آخر کار اُسکی بیشمار خوبیوں سے اسطرح بیخود ہو جاتا ہے کہ پھر رہ نہیں سکتا۔" (ماخوذ از اپالجی فار محمدؐ اینڈ دی قران مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۴۱)

مسٹر ڈیونپورٹ نے متذکرہ صدر کتاب مسلمانوں کی رشوت پاکر نہیں لکھی ہے۔ جسمیں وہ ایک سموچا باب قران کی خوبیوں کے دکھانیکے لئے صرف کرتے ہیں اور ایک جگہ کہتے ہیں۔ کہ "بہت سی خوبیوں سے" جس پر قران کو منصفانہ طریقے سے فخر ہو سکتا ہے۔" وہ نہایت وضاحت سے ممتاز ہیں۔ اُن میں سے ایک رُعب اور ادب کا وہ لحن ہے۔ جو خدا کے ذکر یا اشارہ میں ہمیشہ ملحوظ رکھا گیا ہے

جس سے کبھی انسانی جذبات اور کمزوریاں منسوب نہیں کیگئی ہیں۔" دوسرے یہ کہ ساری کتاب میں تمام ناپاک، بداخلاقانہ، نامہذب خیالات، اظہارِ بیانات، یا عیوب جو افسوس کیساتھ کتبِ مقدسہ یہود، وید، مہابھارت اور پورانوںمیں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ فی الحقیقت قران ناقابل انکار عیوب سے اس درجہ مستثنیٰ ہے۔ کہ اس میں ذرا بھی اصلاح یا تنبیہ کیضرورت نہیں۔ اور شروع سے آخیر تک پڑھا جا سکتا ہے بغیر کسی جھیپ کے جو خود تہذیب کے رخساروں پر پھیل جائے۔ (صفحہ ۵۶ و ۵۷)

سحر نگار کارلائل اپنے خاص طریقہ تحریر اور تخیل سے قران کو دیکھتا ہے۔ اور کہیں کہیں کہہ اٹھتا ہے۔ "قران کا خاصہ اولیہ اسکی یہ اصلیت ہے۔ کہ وہ ایماندارانہ کتاب ہے۔ صداقت اپنے تمام مفاہیم میں میرے نزدیک قران کی اصلی خوبی ہے۔ جس نے اسے وحشی عربوںمیں بیش قیمت بنا دیا۔ کسی کتاب کی یہ اول و آخیر خوبی ہے۔ جو اور خوبیاں پیدا کرتی ہے۔ بلکہ مسطح ہے۔ صرف یہی تمام اقسام کی خوبیاں پیدا کرتی ہے۔" مسلمان اس مخزن صدق و ہدایت کو پڑھنے کے قبل چومتے ہیں۔ حالت طہارت میں اسے مس کرتے ہیں۔ اور جب قرانمجید پڑھا جاتا ہے تو پھر پھرا اٹھتے ہیں۔ روحیں اسکی طرف کھچ جاتی ہیں۔ ادب انکی ہر شان سے ٹپکنے لگتا ہے۔ خاموشی چھا جاتی ہے۔ اس قران کی قسم کھائی جاتی ہے۔ یہ مسلمانوں میں حکم بنتا ہے۔ مقدمات کا آن واحد میں فیصلہ کر دیتا ہے۔ (ہیرو ورہیر ہیروشپ)

یہ قران کی شان ہے جسکی نسبت کہا گیا۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ كَلَامُ الْبَشَرِ۔ وہ علیؑ کی ذات ہے جسکو کہا گیا۔ هٰذَا مَعَ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِيٍّ۔ ع پھر ڈھونڈنے والے "کہاں سے ڈھونڈ کر لائیں مثالیں بے مثالوں کی" ۔ کچھ مذاق نہیں ہے یہ کہدینا بکر ہو۔ یا زید، عمر ہو یا خالد، کہ انمیں سے بغیر شرکت اشاعت اسلام کا

کوئی کام انجام پایا ہو۔ منجملہ اُن کے۔ قرآن بھی اُنکی ایک رائے کا نتیجہ ہے اور
علیؑ اِن میں کا ایک انسان اُنکے ہمرتبہ ہے کیسے باور کرلیں۔ بقول ابن عباس کہ
عُمر گفت اَعلم بالقضا علی است اگر درمیان ما علی نباشد، عمر ہلاک شود۔

اور بو فخر رازی کہ امام مخالفانست۔ در کتاب اربعین، گفتہ است۔ از
جانب شیعہ کہ علی ابن ابی طالب اعلم صحابہ است اما جمالاً را برائے ہیچ نزاع
نیست در آنکہ اُورا در اصل خلقت در غایت زکا و فضیلت و استعداد علم در
غایت خوض در طلب علم بود و رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم افضل فضلاء و اعلم
علماء بودہ۔ و در نہایت خوض در تربیت و ارشاد اُو بود و علی علیہ السّلام در طفولیت
در حجر تربیت اُو بود و در بزرگی۔ داماد اُو بود و در ہمہ اوقات پیش او میرفت و
او ہرگز از خدمت او مانعی نہ بودہ۔ و معلوم است کہ چنیں شاگردے۔ در خدمت
چنیں اُستادے۔ با چنیں خصوصیات احوال بنہایت معراج فضل و کمال میرسد
واما ابوبکر در بزرگی بخدمت آنحضرت رسیدہ۔ در آنوقت ہمہ شبانہ روزے
یکمرتبہ میرسید۔ و آں ہم اندک زمانے بیشتر در خدمت نمیشود و مشہور است
کہ اَلعِلْمُ فِی الصِّغَرِ کَالنَّقْشِ فِی الحَجَرِ۔ وَالعِلْمُ فِی الکِبَرِ کَالنَّقْشِ فِی المَدَرِ
یعنی در کودکے مانند نقش بر سنگ است۔ کہ ہر طرف نمیشود و علم در بزرگی
مانند نقش کلوخ است کہ باندک سببے زائل میگردد۔ و پس ازیں منجملہ ثابت شد
کہ علم اعلم است۔

مُقدّس توریت کا بیان

توریت باب ۲۷ آیۃ کو ملاحظہ کرو۔ کہ جس
وقت حکم خدا سے حضرت موسیٰ نے یوشع
بن نون کو اپنی اُمت کا پیشوا بنایا۔ (ہارون کی وفات کے بعد) تو صرف یہ کیا
تھا کہ یشوع کو لیکے الیعزر کاہن اور ساری جماعت کے سامنے کھڑا کیا۔

اور اپنے ہاتھ اُسپر رکھے۔ اور حسب فرمان خداوند اُسکو وصیّت کی (تاریخ
اسلام) رسولؐ کے وصی کی تقرری کیوقت حالات کی تفصیل بیان کرتی ہے
مگر پھر بھی مسلمانوں کو واقعہ اور تفصیل کے سامنے عذر کی ضرورت ہی۔

تاریخی شہادتیں

یہ واقعہ ایسا صاف اور صریح تھا۔ کہ تاریخ الخلفا
اور صواعق محرقہ کے موافق آئیندہ زمانے میں
حضرت علی کے سوال کرنے پر حاضر الوقت تین صحابیوں نے گواہی دی۔ یا
شواہد النبوۃ کے موافق دس انصار نے تائید کی۔ صاحب روضتہ الصفا کوئی
تعجب خیز بات نہیں کہ رہا ہے کہ اس واقعہ کے بعد خیمہ نصب کیا گیا۔ لوگوں
نے مبارکبادیاں دینا شروع کیں۔ جس میں سب سے ممتاز اور یادگار تہنیت عمرؓ کی تھی
بقول صاحب منہاج " ملاقات کی حضرت امیر المومنین علی سے امیر المومنین عمر نے
اور کہا کہ گوارا ہو اور شاد رہو۔ اے ابو طالب کے فرزند۔ کہ صبح کی تم نے اور
شام کی۔ اور ہوئے تم مولا تمام مومنین کے کیا مرد اور کیا عورت۔ روایت کیا
ہے اس حدیث کو احمد نے براء ابن عازب سے اور زید بن ارقم سے۔
کذا فی المشکوٰۃ۔ "یہی دن تھا جس میں مورخین مثل طبری و تاریخ اسلام مولوی
عباس صاحب قائل ہیں کہ آیہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ نازل ہوا۔ کیونکہ
یَا اَیُّہَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ
رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کی ایسی سخت موقعہ پر تعمیل کیگئی تھی۔ واللہ یعصمک
من الناس۔ (اللہ تجھے لوگونسے بچائیگا۔) نہایت توجہ کے قابل فقرہ ہے۔
واقعہ غدیر میں ولیعہدی کے رسومات عملاً برتے گئے تھے۔ لیکن یہ ساری باتیں
اُن لوگوں کے لئے خوش آئیند نہیں ہو سکتی تھیں۔ جو اسلام لانیکو اس شرط
سے مشروط کرنا چاہتے تھے۔ کہ دے تو پھر ہمیں اپنے بعد اپنا خلیفہ بناؤ گے"

یا وہ جنہوں نے موٹے موٹے لفظوں میں یہ ظاہر تو نہیں کیا۔ مگر امارت کے لئے اُنکی سرد آہیں سینے میں نہ رہ سکیں۔ اب اُن کیلئے اس سے زیادہ کتنی بڑی چوٹ ہو سکتی تھی۔ کہ وُہ ذوالعشیرہ کے یا با علان خلیفہ کی رسمی ولیعہدی دیکھتے۔ اور خامخواہ چہرے پر بشاشت اور خوشی کے آثار ظاہر کرتے۔

راسخ الاعتقاد مسلمان

اس کے بعد اُن ارباب جہالت عرب کے قابلِ نفریں واقعات اور پھر ان کے بعد کے حضرت مومنین کی خوش اعتقادیوں کے جذبات نے ہمارے سامنے ارباب سیر و تواریخ کا دوسرا ورق اُلٹکر دکھایا۔

حضور صلعم کے زمانہ وفات تک اُنکی مقدس زندگی کے واقعات کس حد تک امتیاز رکھتے ہیں۔ اور اُنکو چاہنے والوں نے اپنی جانیں دیکر کسطرح محفوظ رکھا۔ یا تالیاں اور سیٹیاں بجانیوالے ارباب جہالت عرب نے اُن کا کہاں کہاں مضحکہ اُڑایا ہمیں ضرورت نہیں کہ ہم اُن لوگونکو دُنیا کے سامنے لا کھڑا کریں۔ مگر بقول نامہ نگار شہید اعظم۔ صواعق محرقہ کی یہ روایت۔ "جو ابو سعید خدری سے مذکور ہے" پہچاننے کیلئے کافی اور مددگار ہوگی۔ " کہ منافق را بایں شناختم کہ امیرالمومنین علی را دشمن میداشت،، حضرات مومنین تھے کہ جنہوں نے حضور صلعم کے ذات اقدس کی استقلال اور شجاعت کو محسوس کیا تھا۔" بقول نامہ نگار شہید اعظم۔ اُنکو ملاحظہ کرو کہ کبھی دشمن کی تعداد سے آدھے بھی نہیں ہیں۔ کبھی چند تلواریں ہیں۔ اور چند صاع کھجوریں۔ تمام لشکر کی خوراک کا سامان نہیں۔ دشمن وزنی خود اور زرہوں سے۔ اپنے جسم کو بچا رہا ہے۔ یہ چیتھڑوں میں لپٹے ہوئے اُس کے سامنے جاتے ہیں۔ اور اس صورت سے جاتے ہیں کہ نہ زرہ پوش کو اپنے فولاد میں ڈوبے رہنے کا خیال آتا ہے اور نہ یہ دکھائی دیتا ہے کہ ہمارے حربوں کو

دشمن کا برہنہ جسم دکھائی دے رہا ہے۔ نہ انہیں خوف و اندیشہ ہے کہ ہم اپنونکو نیزونکی انی اور تلواروں کے منہہ پر چڑھا رہے ہیں۔ مرنے کی خوشی تھی۔ مرنیکی دعائیں مانگتے تھے۔ اور نہ مرنے پر افسوس کرتے تھے۔ بقول دیگر ان میں سے کسی کے "کہ ہم موت کو اس سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ کہ جسقدر تم زندگی کو عزیز رکھتے ہو۔" موت سے شریفانہ نفرت تھی۔ ایسی زندگی حقیر تھی جو انکی بڑی وجہ کی راہ میں حائل ہوکر کوئی خوف یا اپنی محبت پیدا کرے۔ شراب کا غٹاغٹا انہیں میدان میں نہ لیجاتا تھا۔ اور نہ کوئی تنخواہ والے افسر تھے۔ جو سپاہیونکو طمنچوں کے خوف سے میدان میں قائم رکھتے ہوں۔ جان دینا آسان نہیں ہے۔ وہ لوگ دیکھتے تھے۔ اندازہ کرتے تھے۔ احساس کرتے تھے۔ اور پھر بھی اپنے جوش پر قائم رہتے تھے۔ ان کا جوش پلک جھپکانیکی ترازو میں تولنے کا نہ تھا۔ ایسا جوش تھا جس میں شکستگی نہ تھی۔ جوش لذتونکے حصول کا نہ تھا۔ اسلئے تھا کہ شارع کے حکم کی اطاعت اور اسلام پر قربان ہو رہے تھے۔ اس نتیجے کیلئے کہ خدا کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ نام و شہرت دنیاوی، قدردانی اور اصول منفعت کا گذر نہ تھا۔ کوئی رومی فاتحانہ محراب کیصورت نہ چاہتا تھا۔ یہ ذات اقدس تھی۔ جو یاسر کو اسوقت بھی پیاری تھی۔ جسوقت پشت گرم ریت پر جھلس رہی تھی۔ اور سینے پر بھاری پتھر رکھا تھا۔ سمیّہ، زوجہ۔ یاسر ہزاروں تعریفونکی مستحق تھی۔ کہ ان کے صبر و استقلال میں ناقابل برداشت اذیتوں سے لغزش پیدا نہ ہوئی۔ عمارہ ابن زیاد۔ عباس بن عبادہ غسیل الملائکہ ابن جبیر۔ نسیمہ۔ جنیب، زید بن وثنہ۔ زید ابن حارثہ اور جعفر ابن ابی طالب ہیں۔ جو اسلام کے بڑے دل والے۔ سرفروشونکی فہرست میں سے لکھدئے ہیں۔ اور لوگ تھے، عورتیں تھیں۔ جنہیں اپنے آعزہ کی لاش پر کھڑے ہونیکی اسلئے

مہلت نہ تھی۔ کہ اُنہیں رسولؐ کو پہلے دیکھنا سب سے زیادہ عزیز تھا۔

حضور صلعم کے اخلاق

وُہ پدرانہ محبت اور توجہ جو رسول کو اپنی اُمت سے تھی۔ اُس نے اُمت کے افراد میں اثر کیا اور اگرچہ فوج سے بھاگنے والے یا راز ظاہر کردینے والے کیلئے کوئی کورٹ مارشل نہ تھا۔ لیکن واقف ہونے پر بیٹیا، بیٹی، بی بی، عزیز اور دوست سب کے سب اُسے جماعت سے عاق کردیتے تھے۔ جب تک اُس کے دلمیں توبہ کا ایسا کامل جوش پیدا نہ ہوتا تھا۔ کہ خدا اور اُسکا رسولؐ اُسے معاف کرے۔ معافی کے بعد اُسکی خلاف ورزیاں محو تھیں۔ وُہ پھر جماعت کا ویسا ہی فرد تر کبھی ہو جاتا تھا۔ جیسے پہلے تھا۔ توبہ اُسکے لئے شوب ہو جاتی تھی۔ وُہ ماں کے پیٹ سے دوبارہ پیدا ہوتا تھا۔ حضرات مومنین لذات معافی کو محسوس کرتے تھے اس طرح خدا کی حکومت اپنے سفیر کے ذریعہ سے جڑ پکڑتی جاتی تھی۔ نہ غربت ذلت کی چیز تھی۔ اور نہ امارت مایۂ ناز سمجھی جاتی تھی۔ اگر غریب کو صبر اور قناعت کی تعلیم دیگئی تھی۔ تو امیر کو، کبر و نخوت سے روکا گیا تھا۔ غریب کو اگر سوال کی ذلت سے رُوکا گیا تھا۔ تو امیر کو اپنے غریب بھائیوں کے حقوق یاد دلائے تھے۔ رؤسا اور شرفائے قوم کا اگر لحاظ کیا جاتا تھا۔ تو اُنہیں یہ اجازت نہ تھی۔ کہ کیسی ہی ذلیل حالت کے مسلمانوں کا دل دُکھائیں۔ ان باتوں نے دوسری جماعتوں کو کھینچا۔ اُنہیں ساخت قومی کی ایسی حیرت خیز کل چلتی ہوئی معلوم دی۔ جو اُنکی سمجھ سے بہت بالاتر تھی۔ وُہ سب کچھ سمجھ جاتے لیکن اس نور کے دھوئے ہوئے دل کے اثر کو بغیر حلقۂ اطاعت میں داخل ہوئے کیونکر محسوس کرتے۔ جو اُن مسلمانوں پر سایہ فگن تھا۔ اور جس خراد پر اُتر کر لوگ "وُہ کسی جماعت اور آب وہوا کے کیوں نہ ہوں" دفعتاً رسومات

مشین پچھلی اُتار کر بنئے دین کی رُوح سے گرما گرم معلوم ہوتے تھے۔

دشمنانِ اسلام کا فوٹو

اربابِ جہالت عرب اِس قدر اذیتیں نہ صرف ہادیٔ برحق کو پہنچا چکے تھے جس قدر عداوت کا قیاس اور کوشش ممکن تھی۔ بلکہ مختصر سی اسلامی جماعت کیساتھ چھیڑ بھی نہ حبشہ میں اُٹھا رکھی۔ اور نہ مدنیہ میں۔ بعض اوقات تو موقعہ اسقدر نازک ہوگیا۔ کہ یہود اور مشرکین میں پس جانیکا کوئی شبہ نہ رہگیا تھا۔ پھر بھی حتی الوسع درگذر سے کام لیا گیا۔ اور وہ رعایتیں کی گئیں جس نے خود دشمن کو حیرت میں ڈالا۔ اور اسی مصلح بنی آدم نے بوڑھوں، بچوں، عورتوں، مریضوں اور اجیروں سے تعرض نہ کرنیکا پہلا اعلان کیا۔ شیر دل حضرت حمزہ جنہوں نے وجہ اسلام کو اپنی شجاعت سے کیسی مدد دی۔ اُنکی عبرت خیز شہادت رسولؐ کو انتقام پر آمادہ کر سکتی تھی۔ لیکن ہمارا پیارا رسولؐ شیوع "اسلام" کیلئے آیا تھا۔ تلوار کرنے، یا سانس کو ہوسے چھڑا دینے نہیں آیا تھا مثلہ کرنا۔ یا آگ سے جلا دینا، شدت سے روکا گیا۔ اسلام کی آغوش میں بہت سے ایسے داخل ہوگئے تھے۔ جو آئندہ اُسکے سخت تریں دشمن ثابت ہوئے اُنہوں نے اُسکے امن کو اُسکے خلاف فساد قایم کرنیکا وسیلہ بنا دیا۔ یہانتک کہ سنہ ۱۰ ہجری کے مختلف وفود نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ خداوند تعالےٰ نے حجاز وعرب میں عام اشاعت اسلام کیلئے ہر شخص میں ایک فطری دلولہ پیدا کر دیا ہے۔ اسلام لانے والے فخر کر رہے تھے کہ خدا نے ہمیں اسلام سے عزت دی۔ دیر کرنیوالے دوڑ رہے تھے۔ کہ ہم نے وقت ضائع کیا۔ ہمارے ہادی کی ساخت قومی اور درستی خصائل پر نظر کرو۔ اور سوچو کہ کیا صریح معجزہ ہے۔

حضور صلعم کے پاک خیالات

حضور صلعم کے یہ پاک خیالات بتا رہے ہیں۔ کہ کبھی اُحد میں اور کبھی بقیع میں اصحاب سے کہتے ہیں۔ کہ نہیں معلوم میرے بعد کیا کرو گے۔ فرماتے ہیں کہ میرے بعد فتنے ہونگے۔ یا بقول مناہیج کہتے ہیں :- "کہ میں نہیں ڈرتا ہوں۔ تمہارے کفر اور شرک سے۔ یعنی یہ کہ تم میرے بعد کافر اور مشرک ہوگے لیکن اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دنیا کی رغبت کروگے۔ اور آپس میں لڑوگے۔ جب کہ یہ کہنا ضرور سمجھتے ہیں۔ کہ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ جو ہدایت سے بڑھکر متفق رہنے اور متفرق نہ ہونیکے استغاثہ تک پہنچگیا ہے۔ اُدھر حضرت علی سے فرمایا جارہا ہے۔ کہ اے علی میرے بعد تجھے بہت سے صدمہ پہنچنگے۔ گھبرانا نہیں۔ اور صبر کو اپنا شعار بنالینا اور جب تو دیکھے کہ لوگ دُنیا کیطرف مشغول ہو گئے۔ تو تجھے لازم ہے کہ تو آخرت اختیار کیجیو۔

حضور صلعم اور مشکلات اسلام

یہ کہدینا آسان نہیں کہ حضور صلعم کو تبلیغ اسلام میں مشکلات کا سامنا نہیں ہوا نہیں بلکہ نبی عربی کو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کی سی آسانیاں نہ تھیں۔ بلکہ خود ایک ایک اینٹ جمانی تھی۔ ایسی جگہ جہاں صائبین، کاہن۔ دین مسیح کے علماء، اور کفار تھے۔ اور اُنکے پادریوں کاہنوں اور بیکاریونکی مرتب فوج مخالفت کیلئے آمادہ تھی کسی ایسی قوم کے سامنے اسلام پیش کرنا نہ تھا۔ جیسی آسٹریلیا، پوٹیشیاما، امریکہ کے قدیم اقوام کیحالت تھی۔ جہاں کسی مستند مذہب کے گذر کے آثار نہ تھے اور نہ حکومت کے مذہب کی۔ حیثیت سے سامنے لایا گیا تھا۔ لیکن مشیت ایزدی کا اقتضا یہی تھا۔ کہ اسلام ان بڑے اور مستند مذاہب کے دانتوں کے بیچ سے نکلتا۔ اُنکی آنکھوں کے سامنے اس کا آغاز ہوتا۔ اور بے پردہ اپنے

اپنے لئے قدم اٹھاتا۔ غالبًا اسلئے کہ اگر ہندوستانمیں ابتداء ہوتی تو ایک زمانہ تک بعض اہلِ ہند سنتے۔ اور دیکھتے۔ اگر چین میں ہوتا تو صرف بودھو نکیلئے مفید ہوتا۔ یا فلسطین میں مقدّس اسلام محض یہود کیلئے ذریعۂ ہدایت ہوتا۔ یا کسی ایسی جگہ جہاں مسیحت تھی۔ اسلام کا اعلان صرف مسیحت کیلئے ہدایت سمجھی جاتی۔ بلکہ اسلام کا مشن یہ تھا۔ کہ ایک وقت میں ان میں کے قریب قریب کل مذاہب ہدایت اسلام سنتے اور اپنی قوتیں اسکے سمجھنے یا مخالفت میں صرف کرتے۔

(فقط)

وتمّت بالخیر

خاکسار سیّد محمد قاسم اسد فطسی

(سونی پتی)

کتبہ۔ حافظ۔ جی۔ این۔ خان آرٹسٹ ٹونک